آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے ٭ لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

Digitized by Khilafat Library

ریویو آف ریلیجنز

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ۲ — بابت جنوری ۱۹۰۳ء — نمبر (۱)

(فہرست مضامین)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب میں کیا تبدیلی کی۔	۱ - ۷	باوا نانک صاحب کا چولا۔	۲۵ — ۳۲
حضرت مسیح کا دس گم شدہ فرقوں کی طرف جانا۔	۷ — ۱۸	نوٹ اور ریویو۔	۳۳ — ۳۹
جہاد کے قطعی استیصال کے لئے ایک تجویز۔	۱۸ — ۲۴	مکالمات الٰہی۔	۴۰

انجمن اشاعۂ اسلام قادیان نے انوار احمدیہ پریس قادیان دارالامان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی

مالک مطبع چھپوا کر ۲۰ جنوری ۱۹۰۳ء کو شائع کیا۔

اطلاع اور ہدایتیں

۱- جنوری ۱۹۰۳ء کا میگزین تاریخ مقررہ سے آٹھ دن بعد شائع ہوا ہے۔ جسکی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اسی مہینے میں ایک پرچہ کی بجائے تین پرچے اکٹھے شائع کرنے پڑے ہیں امید ہے کہ ہماری ناظرین معاف رکھیں گے۔

۲- چندہ میگزین کا ہر حالت میں پیشگی آنا ضروری ہے۔ خریداران کو چاہیئے کہ میگزین کو بار بار کی خط و کتابت کی زیرباری سے بچانے کے لئے خود ہی سال رواں کا چندہ پیشگی ارسال فرماویں۔

۳- جو صاحب پیشگی چندہ ارسال کرنے میں چند دنکی مہلت چاہتے ہوں اُنکو چاہیئے کہ ابھی اس امر کی اطلاع دیدیں کہ کس مہینہ کا پرچہ اُنکے نام وی پی کرکے روانہ کیا جاوے۔

۴- جن خریداروں سے پیشگی چندہ وصول نہیں ہو چکا مینجر کو اختیار ہوگا کہ کسی وقت ان سے پرچہ وی پی کرکے قیمت وصول کرلے۔ جو صاحب رعایت چاہتے ہوں اُنکو ضروری ہے کہ خود دفتر میں اطلاع دیدیں۔

۵- منی آرڈر کے ذریعہ روپیہ بھیجتے وقت ضروری ہے کہ کوپن پر فرستندہ اپنا پورا نام خوشخط معہ پتہ و تفصیل روپیہ کے لکھے۔

۶- خط و کتابت میں اور روپیہ بھیجتے وقت خریداروں کو اپنا نمبر ساتھ لکھنا چاہیئے ورنہ وقت پر تعمیل نہ ہونیکی شکایت بیجا ہوگی۔

۷- حصص سرمایہ میگزین کا روپیہ بنام مفتی محمد صادق صاحب فنانشل سکرٹری آنا چاہیئے اور اس کے متعلق خط و کتابت مولوی شیر علی صاحب بی۔اے سکرٹری بورڈ آف ڈائرکٹرز یا خواجہ کمال الدین صاحب بی اے سکرٹری انجمن کے نام سے ہونی چاہیئے۔

۸- خریداری میگزین کا روپیہ اور خط و کتابت متعلقہ مینجر رسالہ سے ہونی چاہیئے۔

محمد علی

مینجر رسالہ ریویو آف ریلیجنز۔ قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب میں کیا تبدیلی کی

اس کے سمجھنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے اور آپکی بعثت کے بعد جو عرب کی حالت تھی اسپر ایک نظر ڈالنا کافی ہے۔ آنحضرت کے ظہور سے پہلے وہ لوگ شرک کرتے اور پتھروں کی پوجا کرتے تھے اور خدائے واحد اور قیامت پر اُنکو ایمان نہ تہا اور وہ بتوں پر گرے ہوئے تھے اور خدا تعالیٰ کی قدرتوں کو بتوں کی طرف منسوب کرتے تہے یہانتک کہ مینہ کا برسانا اور پہلوں کا نکالنا اور بچوں کو رحموں میں پیدا کرنا اور ہر ایک امر جو موت اور زندگی کے متعلق تہا تمام یہ امور بتونکی طرف منسوب کر رکھے تہے اور ہر ایک انمیں سے اعتقاد رکھتا تہا کہ اس کا ایک بڑا بہار اور مددگار بت ہی ہے جسکی وہ پوجا کرتا اور وہی بت مصیبتوں کے وقت اسکی مدد کرتا ہے اور عملوں کے وقت اُس کو جزا دیتا ہے اور ہر ایک انمیں سے اُن ہی پتھروں کی طرف دوڑتا تہا اور اُنہی کے آگے فریاد کرتا تہا اور اسیطرح انہوں نے روشنی کو چہوڑا رات کو اپنا قیام گاہ بنایا اور اندہیرے پیار کرکے رات میں داخل ہوئے۔ اور بتوں کے ساتھ وہ لوگ ایسے خوش ہوتے تہے جیساکہ کوئی ایک مراد پاکر خوش ہوتا ہے یا جیساکہ وہ شخص خوش ہوتا ہے جسکے قابو میں آسانی سے جنگلی شکار چڑھ جاتا ہے اور بغیر تیر مارنے کے پکڑا جاتا ہے اور اُنکے دل میں یہ ذہن نشین تہا کہ اُنکے بت تمام مرادیں اُنکی دیسکتے ہیں اور وہ لوگ خیال کرتے تہے کہ خدا تعالیٰ ان تکالیف سے کہ کسی کو مراد دیوے اور کسی کو پکڑے پاک اور منزہ ہے اور اُس نے یہ تمام قوتیں اور قدرتیں جو عالم ارواح اور اجسام کے متعلق ہیں اُنکے بتونکو دیے رکہی ہیں اور عزت بخشی کے ساتھ الوہیت کی چادر انکو پہنادی ہے اور خدا عرش پر آرام کر رہا ہے۔ اور ان بکھیڑوں سے الگ ہے۔ اور اُنکے بت شفاعت کرتے اور دردوں سے نجات دیتے ہیں۔ اور خدا کا قرب انکے ذریعہ سے میسر آتا ہے اور سرگردان لوگوں کو انکے مقاصد تک پہونچاتے ہیں۔ اور باوجود ان عقیدوں کے پہر بدکاریاں کرتے تہے اور اُنکے ساتھ فخر کرتے تہے اور زنا کرتے اور ذرہ نہ ڈرتے اور کوئی گناہ نہ تہا جو اُنہوں نے نکیا اور کوئی

جہوٹا معبود نہ تہا جسکی پوجا نکی- انسانیت کے ادبوں کو ضائع کیا اور انسانی خلقوں سے دور جا پڑے اور وحشی جانوروں کی طرح ہو گئے یہانتک کہ بیٹوں اور بہائیوں کے گوشت کہاے اور ہر ایک مردار کو بتمام تر حرص کہایا اور خون کو یوں پیا جیسا کہ دودہ پیا جاتا ہے اور بدکاریوں اور خدا تعالیٰ کی نافرمانیوں میں حد سے گذر گئے اور جنگلی حیوانوں کی طرح جو کچہ چاہا کیا اور ہمیشہ انکی شاعر دریدہ دہنی سے عورتوں کی بے عزتی کرتے اور انکے امراء کا شغل قمار بازی اور شراب اور بدی تہی- اور جب بخل کرتے تہی تو بہائیوں اور یتیموں اور غریبوں کا حق تلف کر دیتے تہی اور جب مالوں کو خرچ کرتے تہی تو عیاشی اور فضول خرچی اور زناکاری اور نفسانی ہوا اور ہوس کے پوری کرنے میں خرچ کرتے اور نفس پرستی کو انتہا تک پہونچاتے تہی- اور وہ لوگ اپنی اولاد کو درویشی اور تنگدستی کے خوف سے قتل کر دیا کرتے تھے- اور بیٹیوں کو اس عار سے قتل کرتے تہی کہ تا شرکا رمیں سے انکا کوئی داماد نہ ہو اور اسیطرح انہوں نے اپنے اندر اخلاق ردیہ اور رذیل خصلتیں جمع کر رکہی تہیں- یہانتک کہ انمیں ایک جماعت بد اصلوں اور ولد الحراموں کی ہو گئی تہی اور عورتیں زانیہ آشناؤں سی تعلق رکھنے والیں اور مرد زانی پیدا ہو گئے تہے اور جو لوگ انکی راہ کے مخالف ہوتے تہی وہ نصیحت دینے کے وقت اپنی عزت اور جان اور گہر کی نسبت خوف کرتے تھے- غرض عرب کے لوگ ایک ایسی قوم تھی جنکو کبھی واعظوں کے وعظ سننے کا اتفاق نہ ہوا- اور نہیں جانتے تھے کہ پرہیزگاری اور پرہیزگاروں کی خصلتیں کیا چیز ہیں- اور انمیں کوئی ایسا نہ تہا کہ جو کلام میں صادق اور فیصلہ مقدمات میں منصف ہو- پس اسی زمانہ میں جبکہ وہ لوگ ان حالات اور ان فسادوں میں مبتلا تہی اور انکا تمام قول اور فعل فساد سے بھرا ہوا تہا- خدا تعالیٰ نے مکہ میں سے اُنکے لئے رسول پیدا کیا اور وہ نہیں جانتے تہی کہ رسالت اور نبوت کیا چیز ہے اور اس حقیقت کی کچہ بہی خبر نہ تہی پس انکار اور نافرمانی کی اور اپنے کفر اور فسق پر اصرار کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکے ہر ایک جفا کی برداشت کی اور ایذا پر صبر کیا اور بدی کو نیکی کے ساتھ اور بغض کو محبت کے ساتھ ٹال دیا اور غمخواروں اور محبوں کی طرح اُنکے پاس آیا اور ایک مدت تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے اور رد شدہ انسان کی طرح مکہ کی گلیوں میں پھرتے رہے اور قوت نبوت سی ہر ایک عذاب کا مقابلہ کیا- اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادت تھی کہ رات کو اٹھکر خدا تعالیٰ کیطرف توجہ کرتے اور خدا تعالیٰ سے انکی بینائی اور فضل اور رحمت چاہتے- یہانتک کہ دعائیں قبول کی گئیں اور انکی کستوری کی خوشبو پھیلی اور خوشبوئیں پے درپے پھیلنی شروع ہوئیں اور دلوں کے بدلنے والے کا حکم نازل ہوا- اور اُس ذات سی انکو قوت عطا ہوئی جو محبت کو عطا کرتا اور دانوں کو اُگاتا ہے- سو حکم الٰہی سی زمین بدلائی گئی اور آواز دینے والے بابرکت کی طرف دل کھینچے گئے- اور ہر ایک رشید اپنے قتل گاہ کیطرف صدق اور

وفا سے کمال آیا اور اُنہوں نے مالوں اور جانوں کے ساتھہ خدا تعالیٰ کی رضاجوئی کے لئے کوششیں کیں اور اپنی جانفشانی کی نذروں کو پورا کیا - اور اس کے لئے یوں ذبح کئے گئے جیسا کہ قربانی کا بکرا ذبح کیا جاتا ہے - اور انہوں نے اپنے خونوں سے گواہی دیدی کہ وہ ایک سچی قوم ہے اور اپنے اعمال سے ثابت کر دیا کہ وہ لوگ خدا کی راہ میں مخلص ہیں اور زمانہ کفر میں وہ لوگ تاریکی کے زندان میں قید تھے سو اسلام کے قبول کرنے نے انکو منور کردیا اور اُنکی بدیوں کو نیکی کے ساتھہ اور اُنکی شرارتوں کو بھلائی کے ساتھہ بدل دیا اور اُنکی شراب شب انکا ہی کو رات کی نماز اور رات کے تفرعات کے ساتھہ بدل ڈالا اور اُنکی بامدادی شراب کو صبح کی نماز اور تسبیح اور استغفار کے ساتھہ مبدل کر دیا - اور انہوں نے یقین کامل کے بعد اپنے مالوں اور جانوں کو خدا تعالیٰ کی راہوں میں بخوشی خاطر خرچ کیا اور جب انہوں نے حق کو دیکھہ لیا پس اپنی کوششوں کو ایمان کے چقماق میں سے آگ نکالنے میں کمال تک پہونچایا - اور اپنی جانوں کو اس لئے کہ یقین کی تلوار کی جوہر کو خوب غور اور تامل کے ساتھہ دیکھیں آزمائش میں ڈالا - پس یہی وہ امر ہے جس نے انکو بہادر کردیا اور اُنکی کاردوں کو تیز کیا پھر اُنکے ذکر کو بلند کیا اور انکا انجام بخیر کیا - اور یہ وہی جوانمردی ہے جس نے لوگوں کے دلوں میں اُنکی فطرت کو محبوب بنایا اور اس کستوری کی خوشبو کی طرح جو پیسی جائے اُنکی باطنی حقیقت کو کھلایا اور یہی سبب انکے دل کی دلیری اور زبان کی روانگی اور ایمان کی قوت اور بلندی معرفت کا ہے - اور اسی لئے انہوں نے اپنی جانوں کو محبت میں جلایا یہانتک کہ ان کا کوئلہ راکھہ کی طرح ہوگیا اور خدا تعالیٰ کی محبت میں افروختہ ہوگیا اور اسکی راہوں کے لئے خوب طیاری کی اور مصیبتیں انکے لئے سلامتی اور ٹھنڈک ہوگئیں اور گرمی اور آگ کی تیزی کو انہوں نے بھلادیا - اور جو شخص اس بات کو غور کی نظر سے دیکھے کہ انہوں نے اپنی پہلی چراگاہوں کو کیونکر چھوڑ دیا اور کیونکر وہ ہوا و ہوس کے جنگل کو کاٹکر اپنے مولیٰ کو جا ملے تو ایسا شخص یقین سے جان لیگا کہ وہ تمام قوت قدسیہ محمدیہ کا اثر تھا - وہ رسول جسکو خدا نے برگزیدہ کیا اور عنایات ازلیہ کے ساتھہ اس کی طرف توجہ کی - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ کو سوچو کہ صحابہ زمین کے نیچے سے لئے گئے اور آسمان کی بلندی تک پہونچائے گئے اور درجہ بدرجہ برگزیدگی کے مقام تک منتقل کئے گئے - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکو چارپایوں کے مانند پایا کہ وہ توحید اور پرہیزگاری میں سے کچھہ بھی نہیں جانتے تھے - اور نیکی بدی میں تمیز نہیں کر سکتے تھے - پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو انسانیت کے آداب سکھلائے اور تمدن اور بود و باش کی راہوں پر مفصل مطلع کیا اور اُنکے لئے پاکیزگی کے طریقوں اور دانتوں کو صاف کرنا اور مسواک کرنا اور خلال بعد طعام چاشت و طعام شب کرنا اور

بول کر کے جلدی سے نہ اٹھنا بلکہ بقیہ قطرات کو نکالنا تا کپڑا ناپاک نہو اور تمامتر صفائی سے استنجا کرنا اور معاشرت اور تمدن اور کھانے پینے اور لباس اور علاج اور پرہیز اور اصول رعایت صحت اور اسباب وبا سے پرہیز کے قوانین ظاہر فرمائے اور تمام صورتوں میں اعتدال کی وصیت فرمائی - پھر جب جسمانی آداب سے خو پذیر ہوگئے تو جسمانی پاکیوں سے منتقل کر کے اخلاق فاضلہ روحانیہ اور خصال ایمانیہ کی طرف کھینچا تا انکے ذریعہ سے روحانی پاکیزگی حاصل ہو - پھر جب دیکھا کہ وہ لوگ نیک خصلتوں میں پختہ ہوگئے اور اچھے خلقوں کے صادر کرنے کا انکو ملکہ ہوگیا پس انکو قرب اور وصال کے سرادق کی طرف بلایا اور معارف الہیہ انکو سکھلائے - اور حضرت عزت اور جلال کیطرف انکی باگیں پھیریں تا وہ قرب کے سبزہ گاہوں سے محبت کا سبزہ چگیں - اور خدا تعالیٰ کے نزدیک انکو مقام قرب اور صدق حال میسر آوے -

پس خلاصہ یہ ہے کہ قرآن شریف کی تعلیم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت تین قسم پر منقسم تھی - پہلی یہ کہ وحشیوں کو انسان بنایا جائے اور انسانی آداب اور حواس انکو عطا کئے جائیں - اور دوسری یہ کہ انسانیت سے ترقی دیکر اخلاق کاملہ کے درجہ تک انکو پہونچایا جائے - اور تیسری یہ کہ اخلاق کے مقام سے انکو اٹھا کر محبت الہی کے مرتبہ تک پہونچایا جاوے اور یہ کہ قرب اور رضا اور معیت اور فنا اور محویت کے مقام انکو عطا ہوں یعنی وہ مقام جسمیں وجود اور اختیار کا نشان باقی نہیں رہتا اور خدا اکیلا باقی رہ جاتا ہے جیساکہ وہ اس عالم کے فنا کی بعد اپنی ذات قہار کے ساتھ باقی رہیگا - پس یہ سالکوں کے لئے کیا مرد اور کیا عورت آخری مقام ہے اور یہ منتہی ہے تمام مرکب اسی پر جا کر ٹھہر جاتے ہیں - اور اسی میں اولیاء کے ولایتوں کے سلوک ختم ہوتے ہیں - اور وہ استقامت جس کا ذکر سورۃ فاتحہ کی دعا میں ہے اس سے مراد یہی مرتبہ سلوک ہے - اور نفس امّارہ کی جس قدر ہوا و ہوس بھڑکتی ہے وہ اسی مقام میں خدائے ذو الجبروت والعزت کے حکم سے گداز ہوتی ہے - پس تمام شہر فتح ہوجاتا ہے اور ہوا و ہوس کے عوام کا شور باقی نہیں رہتا اور کہا جاتا ہے کہ آج کس کا ملک ہے اور یہ جواب ہوتا ہے کہ خدائے ذو المجد والکبریا کا - مگر جو مرتبہ اخلاق فاضلہ اور نیک خصلتوں کا ہے اسمیں غفلت کے وقت دشمنوں سے امن نہیں ہے کیونکہ جن لوگوں کا سلوک اخلاق تک ہی محدود ہوتا ہے انکے لئے ابھی ایسے قلعے باقی ہوتے ہیں جنکا فتح کرنا مشکل ہوتا ہے اور انکی نسبت یہ اندیشہ دامنگیر رہتا ہے کہ نفس امّارہ اپنے بھوک کے بھڑکنے کے وقت حملہ نکرے - اور جو شخص صرف اخلاق تک ہی اپنا کمال رکھتا ہے اس کی زندگی کے دن گرد و غبار

سے پاک نہیں رہ سکتے اور ایسے لوگ ہوائی تیروں سے امن میں نہیں رہ سکتے۔

پس حاصل کلام یہ ہے کہ یہ جو ہم نے بیان کیا ہے یہ قرآن شریف کی تعلیمیں ہیں اور انہی تعلیموں کے ساتھ انسان کی تکمیل علمی اور عملی کا دائرہ اپنے کمال کو پہونچتا ہے اور یہ تعلیمیں ایسے معارف ہیں کہ پہلی کتابوں میں سے کوئی کتاب بھی انکی متکفل نہیں ہوئی اور نہ کبھی پہلے صحیفوں میں سے کوئی صحیفہ انپر مشتمل ہوا ہے پس ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ علمی اور عملی معجزہ ہے۔ اور قرآن کریم کا تمام مخلوق کے لئے یہ ایک اعجاز ہے اور پہلے نبیوں کے معجزے منقضی اور معدوم ہو گئے مگر یہ قرآنی معجزہ قیامت تک باقی رہے گا۔ اور یہ جو ہم نے کہا کہ قرآن علمی اور عملی معجزہ ہے سو یہ ایک بیہودہ اور بے اصل بات نہیں ہے بلکہ ہمارے پاس اسپر دلائل قاطعہ اور براہین شافیہ اور تسکین بخش ہیں پس جان لو کہ قرآن شریف کا علمی معجزہ بدیہیات کی طرح ثابت ہے اور اسپر کسی قسم کے شبہات کے غبار نہیں کیونکہ وہ ایک ایسا کلام ہے جو ضروری تعلیموں اور ضروری وصایا اور معارف اور دلائل کو اپنے اندر جمع رکھتا ہے اور وہ ایک ایسی تعلیم کامل ہے جو تمام انسانی ضرورتوں کو جو خدا تعالےٰ تک پہونچنے کے لئے پیش آتی ہیں پوری کرتی ہے اور جو حق کے ثبوت میں دلائل پیش کرنا چاہے یا جسطرح باطل کا رد لکھنا چاہے اور یا جس طور اور اندازہ سے معرفت کی باریک باتیں بیان کرنی چاہے ان میں سے ایک بات کو بھی اس نے نہیں چھوڑا اور اسپر زائد یہ امر ہے کہ ان تمام تعلیموں اور احکام اور حدود کو نہایت فصیح اور بلیغ اور شیریں اور پسندیدہ پیرایہ میں بیان فرمایا۔ اور یہ ایک ایسا امر ہے جو انسان کی قدرت سے بالاتر ہے۔ اور ہمارا یہ قول کہ قرآن جیسا کہ علمی معجزہ ہے ایسا ہی وہ عملی معجزہ بھی ہے۔ سو یہ امر بھی اس کی پہلی شاخ کیطرح ایک بدیہی واقعہ ہے اور انکار اور خصومت کی گنجائش نہیں کیونکہ قرآنی تعلیموں نے اپنی تاثیرات عجیبہ اور تبدیلات غریبہ اور ان روشنیوں کو دلوں پر ڈالنے سے جو خارق عادت ہیں اور ردی اور مستحکم ملکوں کے دور کرنے سے عقلمندوں کو حیران کر دیا ہے اور ٹیڑھی اور سخت طبیعتوں کے دیوار کے اوپر سے کودا ہے اور جو سخت دلوں کے گھر تھے انکے اندر داخل ہو گیا ہے اور ان لوگوں تک پہونچا ہے جو بباعث سفلی طبیعتوں کے عمیق اور ناقابل گذر خندقوں کے پرے رہتے تھے۔ اور خدا نے اس کے ساتھ سخت کو نرم اور دور کو نزدیک کر دیا اور سینوں کو قبض سے انشراح کی طرف اور تنگی سے فراخی کی طرف پھیر دیا اور حجاب کو دور کیا اور حق کو دکھلا دیا۔ یہانتک کہ مومنوں کو الہامات صریحہ اور مکاشفات صادقہ اور صحیحہ تک پہونچا دیا اور دائمی کرامتوں کا دانہ انکے سینوں کی ہموار

زمین میں بو دیا۔ اسیلو جبسے ہم لوگ کرامتوں کی طلب کے وقت پہلے زمانہ کیطرف نہیں بھاگتے بلکہ ہم اپنے مقام پر استوار رہتے ہیں اور منکر کو خدا کے تازہ بتازہ نشان دکھلاتے ہیں اور ہمارے مخالفوں کے ہاتھہ میں بجز قصوں کے اور کچھ نہیں اور صرف قصوں کے ساتھہ کبھی کوئی دین ثابت نہیں ہو سکتا بلکہ اُن نوروں سے ثابت ہوتا ہے جو کبھی منقطع نہیں ہوتے۔ اور نہ کبھی پورانے ہوتے ہیں۔ بعد اس کے جان کہ یہ وہ معجزہ ہے جسکی دونوں شاخیں عظیم الشان ہیں اور جسکی خوشبو پھیل رہی ہے اور اُس تصدیق پر طوائف مخلوقات جمع ہیں جیسا کہ حج خانہ کعبہ پر جمع ہوتے ہیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص جلیل الشان حکیموں میں سے اسبات کیطرف توجہ کرے کہ کسی سفیہ نادان کی طبیعت کی کجی کو دور کر دے یا کسی فاسق بدکاری کے عادی کو اُسکی اس بدخصلت سے چھوڑا دے۔ پس ایسا کرنا اُس حکیم پر مشکل ہو جائے گا اور اُس فاسق کے خیالات کو بدلا دینا اُس کے لئے غیر ممکن ہو گا۔ اب دیکھو کہ اُس مرد کی کیسی بلند شان ہے جس نے تھوڑے سے عرصہ میں ہزاروں انسانوں کی اصلاح کی اور فساد سے صلاحیت کی طرف اُنکو منتقل کیا یہانتک کہ اُنکا کفر پاش پاش ہو گیا اور صدق اور راستی کے تمام اجزا بہیئت اجتماعی اُنکے وجود میں جمع ہو گئے اور اُنکے دلوں میں پرہیزگاری کے نور چمک اُٹھے اور اُنکے پیشانی کے نقشوں میں محبت مولیٰ کے بھید ایک چمکیلی صورت میں نمودار ہو گئے اور انکی ہمتیں دینی خدمات کے لئے بلند ہو گئیں اور وہ دعوت اسلام کے لئے ممالک شرقیہ اور مغربیہ تک پہونچے اور ملت محمدیہ کی اشاعت کے لئے بلاد جنوبیہ اور شمالیہ کی طرف انہوں نے سفر کیا اور اُنکی عقلیں علوم الٰہیہ میں منور ہوئیں اور اُنکے قوی فکریہ اسرار ربانیہ کے سمجھنے کے لئے باریک ہو گئیں اور نیک باتیں بالطبع انکو پیاری لگنے لگیں اور بد باتوں اور گناہوں سے بالطبع انکو نفرت پیدا ہوئی۔ اور رشد اور سعادت کے خیمے انمیں وہ اُتارے گئے بعد اس کے جو بتوں پر پرستش کے لئے سرنگون تھے اور انہوں نے اپنی کوششوں اور تگ و دو میں کوئی دقیقہ اسلام کے لئے اُٹھا نہ رکھا یہانتک کہ دین کو فارس اور چین اور روم اور شام تک پہونچا دیا اور جہاں جہاں کفر نے اپنا بازو پھیلا رکھا تھا اور شرک نے اپنی تلوار کھینچ رکھی تھی وہیں پونہچے۔ انہوں نے موت کے سامنے سے مونہہ نہ پھیرا اور ایک بالشت ہی پیچھے نہ ہٹے اگرچہ کاردوں سے ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے وہ لوگ جنگ کے وقتوں میں اپنی قدمگاہوں پر استوار اور قائم رہتے تھے اور خدا کے لئے موت کی طرف دوڑتے تھے وہ ایک قوم ہے جنہوں نے کبھی جنگ کے میدانوں سے تخلف نکیا اور زمین کی انتہائی آبادی تک زمین پر قدم

مارتے ہوئے پہونچے۔ اُنکی عقلیں آزمائی گئیں اور ملکداری کی لیاقتیں جانچی گئیں سو وہ ہر ایک امر میں فائق نکلے اور علم اور عمل میں سبقت کرنے والے ثابت ہوئے۔ اور یہ معجزہ ہمارے رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور حقیقت اسلام پر ایک صریح دلیل ہے۔ اور اگر تمہیں شک ہی تو اُنکی مانند حضرت موسیٰ کے اصحاب میں سے یا حضرت عیسیٰ کے حواریوں میں سے یا کسی اور نبی کے صحابہ میں سے ایک انسان بہی دکہلاؤ اور اُنکی خبریں تم سُن چکے ہو اور جو کچھہ اُنکے بارہ میں اُنکے نبیوں نے کہا تمہیں معلوم ہے۔ اور اُن نبیوں کی زبانوں پر خلاف واقعہ باتیں جاری نہیں ہو سکتی تہیں اور نہ وہ جھوٹے تہے۔ کیونکہ وہ روح القدس کے بلانے سے بولے تہے اور غضبناک انسانوں کی طرح اُنکا کلام نہ تہا۔

حضرت مسیح کا دس گم شدہ اسرائیلی قوموں کی طرف جانا

وآوینٰھما الیٰ ربوۃ ذات قرار و معین (قرآن کریم)　　میں صرف اسرائیل کی گم شدہ بھیڑوں کے لئے بہیجا گیا ہوں (متی باب $\frac{15}{24}$)

جو مضمون اس عنوان کے نیچے اس نمبر میں اور اس کے بعد کے نمبروں میں نکلیگا وہ ایک ایسا وسیع اور ضروری مضمون ہے اور ساتھہ ہی اسقدر دلوں میں جمے ہوئے خیالات کی تردید کرتا ہے کہ اسپر پوری بحث کرنے سے ایک ضخیم مجلد تیار ہوتا ہے۔ مگر بعض حالات کی مجبوری کے سبب سے ہمیں یہ عظیم الشان مضمون اہی حرج کہکے پبلک کے سامنے پیش کرنا پڑا ہے۔ لیکن باوجودیکہ اس اختصار کرنے سے اور پہر ٹکڑے ٹکڑے کرنے سے اسکا زور بہت کم ہو جائیگا تاہم حق کے طالبوں کے لئے اس صورت میں بھی یہ مضمون بڑی دلچسپی کا باعث ہوگا۔ علاوہ ازیں اس مختصر صورت مضمون کو پڑھ لینے کے بعد ناظرین اسکی مفصل بحث پر غور کرنیکے لئے تیار ہو جاوینگے جسکے بہت جلد شائع ہونیکی امید کیجاتی ہے۔

بڑے عنوان کے نیچے چند چہوٹے چہوٹے عنوان ہیں جنمیں وہ شہادتیں درج ہیں جو مختلف ذرائع سے ہم کو ہاتھہ لگی ہیں گویا یہ چہوٹے عنوان ایک بڑے لمبے اور مضبوط زنجیر میں کڑیوں کے قائم مقام ہیں اور سب شہادتوں پر یکجائی طور پر نظر کرنے سے وہ عظیم الشان مسئلہ حل ہوتا ہے جسکا بیان بڑے عنوان

انجیلی شہادتیں

سب سے پہلے مسئلہ زیر بحث کے تصفیہ کے لئے ہم ان شہادتوں پر غور کرتے ہیں جو چار انجیلوں سے ہمیں ملتی ہیں۔ زمانہ حال کی تحقیقات سے اناجیل اسقدر پایہ اعتبار سے ساقط ہو گئی ہیں کہ انکی شہادتوں پر سب سے پہلے غور کرنے پر شاید بہت لوگ حیران ہونگے۔ یہ امر متحقق ہو چکا ہے اور نہ صرف محققین نے ہی اسکو تسلیم کیا ہے بلکہ ان لوگوں نے بھی جو پکے عیسائی کہلاتے ہیں۔ یہ مان لیا ہے کہ چاروں انجیلیں ان واقعات کے بہت مدت بعد لکھی گئی ہیں جو ان میں مندرج ہیں۔ اور یہ کہ انجیل کے بیان ان واقعات کے متعلق بہت ناقص ہیں اور غلط ہیں اور مبالغوں اور فرضی کہانیوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ انجیلوں کے محقق شارحوں نے اسبات کو مان لیا ہے کہ انجیلوں میں دو حصے ہیں۔ پہلا حصہ تو انجیلی تعلیم ہی جو حواریوں کو حضرت مسیحؑ سے ملی تھی۔ اور جسمیں اگرچہ سلسلہ روایات میں بہت ساری تبدیلیاں ہو گئی ہیں مگر یہ حصہ اصل روح انجیل کا ہے۔ دوسرے حصہ میں تاریخی واقعات ہیں جیسے حضرت عیسیٰؑ کا شجرہ نسب اور انکا پکڑا جانا یا سولی پر چڑھنا وغیرہ سو اس حصے کو تاریخ کی بنا پر جانچنا چاہیئے۔ یعنی جن امور کا وقوع زیادہ قرین قیاس ہے یا کافی شہادت رکھتا ہے انکو مان لیا جائے اور باقی کو رد کیا جائے اس میں شک نہیں کہ کسی مدت کے بعد تاریخی واقعات کے تحریر میں لانے سے بہت سے واقعات رہ جاتے ہیں اور بہتوں میں غلطیاں واقع ہو جاتی ہیں۔ جسقدر حصہ زبانی روایات سے محفوظ بھی رہا ہو وہ بھی راویوں اور پھر مورخوں کے اپنے خیالات اور مذہبی اعتقادات کے رنگ میں بہت کچھ رنگا جاتا ہے۔

یہی واقعات ہماری اس شہادت کو جو ہم انجیلوں سے لیتے ہیں اور بھی زیادہ قوی اور مضبوط بناتے ہیں۔ کیونکہ یہ شہادت انہی واقعات کے متعلق ہے جنکا چھپانا انجیل نویسوں کی غرض معلوم ہوتی ہے۔ ابتداہی میں عیسائی مذہب میں یہ غلطی جڑ پکڑ گئی کہ حضرت مسیح گویا آسمان پر چڑھ گئے ہیں اس لئے انکی زندگی کے واقعات میں سے سیدھے سادے حالات کو ایسے طرز پر بیان کیا جاتا ہے کہ کوئی امر خلاف معمول بنجائے۔ اور آسمان پر چڑھ جانے کے غلبہ نے مسیح کی زندگی کے ہر ایک واقع کو اس رنگ میں رنگ دیا ہے۔ یہ ایک نہایت صاف بات تھی کہ تین گھنٹے صلیب پر لٹکانے سے کبھی کسی کی جان نہ نکل سکتی تھی مگر انجیل نویسوں کو اپنے اعتقاد کی خاطر یہ بھی بیان کرنا پڑا کہ تین ہی گھنٹے میں معجزے کے طور پر حضرت مسیح صلیب پر مر گئے تھے۔ یہاں صرف مارنیکی خاطر مرنیکو معجزہ بنایا گیا ہے۔ اب جب انجیلوں کے مورخ اسقدر اس اعتقاد کے خیال کے

نیچے لکھ رہے تھے تو ضرور ہے کہ جو شہادت اس اعتقاد کے خلاف انکے بیانات سے صاف طور پر نکل سکتی ہو وہ نہایت اور تی اور معتبر شہادت سمجھی جاوے۔ اسی لحاظ سے ہمنے سب سے پہلے انجیل کی شہادت کا ذکر کیا ہے۔

جاننا چاہیئے کہ اگرچہ عیسائیوں کا یہ اعتقاد ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہودا اسکریوطی کی شرارت سے گرفتار ہوکر مصلوب ہوگئے اور پہر زندہ ہوکر آسمان پر چلے گئے۔ لیکن انجیل شریف پر غور کرنے سے یہ اعتقاد سراسر باطل ثابت ہوتا ہے۔ متی باب ۱۲ آیت ۴۰ میں لکھا ہے کہ جیسا کہ یونس تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں رہا ویسا ہی ابن آدم تین راتدن زمین کے اندر رہے گا۔ اب ظاہر ہے کہ یونس مچھلی کے پیٹ میں مرا نہیں تہا۔ اور اگر زیادہ سے زیادہ کچھ ہوا تہا تو صرف بیہوشی اور غشی تہی۔ اور خدا کی پاک کتابیں یہ گواہی دیتی ہیں کہ یونس خدا کے فضل سے مچھلی کے پیٹ میں زندہ رہا اور زندہ نکلا۔ اور آخر قوم نے اُسکو قبول کیا۔ پہر اگر حضرت مسیح علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں مر گئے تھے تو مردہ کو زندہ سے کیا مشابہت اور زندہ کو مردہ سے کیا مناسبت؟ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ چونکہ مسیح ایک نبی صادق تہا اور جانتا تہا کہ وہ خدا جسکا وہ پیارا تہا لعنتی موت سے اسکو بچائیگا۔ اس لئے اس نے خدا سے الہام پاکر پیشگوئی کے طور پر یہ مثال بیان کی تھی اور اس مثال میں جتلا دیا تہا کہ وہ صلیب پر نہ مرے گا اور نہ لعنت کی لکڑی پر اسکی جان نکلے گی بلکہ یونس نبی کیطرح صرف غشی کی حالت ہوگی۔ اور مسیح نے اس مثال میں یہ بھی اشارہ کیا تھا کہ وہ زمین کے پیٹ سے نکل کر پہر قوم سے ملیگا اور یونس کی طرح قوم میں عزت پائیگا۔ سو یہ پیشگوئی بھی پوری ہوئی۔ کیونکہ مسیح زمین کے پیٹ میں سے نکلکر اپنی اُن قوموں کیطرف گیا جو کشمیر اور تبت وغیرہ مشرقی ممالک میں سکونت رکھتی تہیں یعنی بنی اسرائیل کے وہ دس فرقے جنکو شالمنذر شاہ اسور سامرہ سے مسیح سے سات سو اکیس ۷۲۱ برس پیشتر اسیر کرکے لے گیا آخر وہ ہندوستان کیطرف آکر اس ملک کے متفرق مقامات میں سکونت پذیر ہوگئے تھے۔ اور ضرور تہا کہ مسیح اس سفر کو اختیار کرتا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے یہی اس کی نبوت کی علت غائی تہی کہ وہ ان گم شدہ یہودیوں کو ملتا جو ہندوستان کے مختلف مقامات میں سکونت پذیر ہوگئے تھے وجہ یہ کہ درحقیقت وہی اسرائیل کی کہوئی ہوئی بھیڑیں تھیں جنہوں نے ان ملکوں میں آکر اپنے باپ دادے کا مذہب بھی ترک کر دیا تہا اور اکثر اُن کے بدھ مذہب میں داخل ہوگئے تہے اور پہر رفتہ رفتہ بت پرستی تک نوبت پہونچی تھی۔ چنانچہ ڈاکٹر برنیر نے بھی اپنی کتاب وقائع سیر و سیاحت میں

کئی اہل علم کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ کشمیر کے باشندے دراصل یہودی ہیں کہ جو تفرقہ شاہ اسور کے ایام میں اس ملک میں آ گئے تھے۔* بہرحال حضرت مسیح علیہ السلام کے لئے یہ ضروری تھا کہ اُن گم شدہ بھیڑوں کو تلاش کرتے جو اس ملک ہند میں آکر دوسری قوموں میں مخلوط ہو گئی تھیں۔ چنانچہ آگے چلکر ہم اسبات کا ثبوت دیں گے کہ حضرت مسیح علیہ السلام فی الواقع اس ملک ہند میں آئے اور پھر منزل بمنزل کشمیر میں پہونچے۔ اور اسرائیل کی گم شدہ بھیڑوں کا بدھ مذہب میں پتہ لگا لیا۔ اور اُنہوں نے آخر اُسکو اسی طرح قبول کیا جیسا کہ یونس کی قوم نے یونس کو قبول کر لیا تھا۔ اور ضرور تھا کہ ایسا ہوتا۔ کیونکہ مسیح انجیل میں اپنی زبان سے اسبات کو بیان کرتا ہے کہ وہ اسرائیل کی گم شدہ بھیڑوں کے لئے بھیجا گیا ہے۔

ماسوا اسکے صلیب کی موت سے نجات پانا اس کو اس لئے بھی ضروری تھا کہ مقدس کتاب میں لکھا ہے کہ جو کوئی کاٹھ پر لٹکایا گیا سو لعنتی ہے۔ اور لعنت کا ایک مفہوم ہے کہ جو عیسٰی مسیح جیسے برگزیدہ پر ایکدم کے لئے بھی تجویز کرنا سخت ظلم اور ناانصافی ہے۔ کیونکہ باتفاق تمام اہل زبان لعنت کا مفہوم دل سے تعلق رکھتا ہے۔ اور اُس حالتمیں کسی کو ملعون کہا جائیگا جب کہ حقیقت میں اسکا دل خدا سے برگشتہ ہو کر سیاہ ہو جائے کہ اور خدا کی رحمت سے بے نصیب اور خدا کی محبت سے بے بہرہ اور خدا کی معرفت سے بکلی تہیدست اور خالی اور شیطان کی طرح اندھا اور بے بہرہ ہو کر گمراہی کے زہر سے بھرا ہوا ہو اور خدا کی محبت اور معرفت کا نور ایک ذرہ اُس میں باقی نہ رہے اور تمام تعلق مہر و وفا کا ٹوٹ جائے اور اُس میں اور خدا میں باہم بغض اور نفرت اور کراہت اور عداوت پیدا ہو جائے۔ یہانتک کہ خدا اُس کا دشمن اور وہ خدا کا دشمن ہو جائے اور خدا اُس سے بیزار اور وہ خدا سے بیزار ہو جائے۔ غرض ہر ایک صفت میں شیطان کا وارث ہو جائے اور اسی وجہ سے لعین شیطان کا نام ہے۔* اب ظاہر ہے کہ ملعون کا مفہوم ایسا پلید اور ناپاک ہے کہ کسیطرح کسی راستباز پر جو کہ اپنے دل میں خدا کی محبت رکھتا ہے صادق نہیں آسکتا۔ افسوس کہ عیسائیوں نے اس اعتقاد کے ایجاد کرنے کے وقت لعنت کے مفہوم پر غور نہیں کی ورنہ ممکن نہ تھا کہ وہ لوگ ایسا خراب لفظ مسیح جیسے راستباز کی نسبت استعمال کر سکتے۔ کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ مسیح پر کبھی ایسا زمانہ آیا تھا کہ اُسکا دل درحقیقت خدا سے برگشتہ اور خدا کا منکر اور خدا سے بیزار اور خدا کا دشمن ہو گیا تھا؟ کیا ہم گمان کر سکتے ہیں کہ مسیح کے دل نے کبھی یہ محسوس کیا تھا کہ وہ اب خدا سے برگشتہ اور خدا کا دشمن اور کفر اور انکار کی تاریکی میں

* دیکھو جلد دوم واقعات سیر و سیاحت ڈاکٹر برنیر فرانسیسی۔

ڈوبا ہوا ہے؟ پھر اگر مسیح کے دل پر کبھی ایسی حالت نہیں آئی بلکہ وہ ہمیشہ محبت اور معرفت کے نور سے بھرا رہا تو اے دانشمندو! یہہ سوچنے کا مقام ہے کہ کیونکر ہم کہہ سکتے ہیں کہ مسیح کے دل پر نہ ایک لعنت بلکہ ہزاروں خدا کی لعنتیں اپنی کیفیت کیساتھہ نازل ہوئی تھیں۔ معاذ اللہ ہرگز نہیں۔ تو پھر ہم کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ نعوذ باللہ وہ لعنتی ہوا؟ نہایت افسوس ہے کہ انسان جب ایک بات موہنہ سے نکال لیتا ہے یا ایک عقیدہ پر قائم ہوجاتا ہے تو پھر گو کیسی ہی خرابی اُس عقیدہ کی کھل جائے کسی طرح اُسکو چھوڑنا نہیں چاہتا۔ نجات حاصل کرنے کی تمنا اگر کسی حقیقت حقہ پر بنیاد رکھتی ہو تو قابل تعریف امر ہے۔ لیکن یہ کیسی نجات کی خواہش ہے جس سے ایک سچائی کا خون کیا جاتا اور ایک پاک نبی اور کامل انسان کی نسبت یہ اعتقاد کیا جاتا ہے کہ گویا اس پر یہ حالت بھی آئی تھی کہ اُسکا خدا تعالیٰ سے رشتہ تعلق ٹوٹ گیا تھا۔ اور بجائے یک دلی اور یک جہتی کے مغائرت اور مباینت اور عداوت اور بیزاری پیدا ہوگئی تھی اور بجائے نور کے دل پر تاریکی چھاگئی تھی۔

یہہ بھی یاد رہے کہ ایسا خیال صرف حضرت مسیح علیہ السلام کی شان نبوت اور مرتبہ رسالت کے ہی مخالف نہیں بلکہ اُنکے اس دعویٰ کمال اور پاکیزگی اور محبت اور معرفت کے بھی مخالف ہے جو انہوں نے جابجا انجیل میں ظاہر کیا ہے۔ انجیل کو پڑھکر دیکھو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صاف دعویٰ کرتے ہیں کہ میں جہان کا نور ہوں۔ میں ہادی ہوں اور میں خدا سے اعلیٰ درجہ کی محبت کا تعلق رکھتا ہوں۔ اور میں نے اُس سے پاک پیدایش پائی ہے اور میں خدا کا پیارا بیٹا ہوں۔ پھر باوجود ان غیر منفک اور پاک تعلقات کے لعنت کا ناپاک مفہوم کیونکر مسیح کے دل پر صادق آسکتا ہے ہرگز نہیں پس بلاشبہ یہہ بات ثابت ہے کہ مسیح مصلوب نہیں ہوا یعنی صلیب پر نہیں مرا کیونکہ اُسکی ذات صلیب کے نتیجہ سے پاک ہے۔ اور جبکہ مصلوب نہیں ہوا تو لعنت کے ناپاک کیفیت سے بیشک اسکے دل کو بچایا گیا۔ اور بلاشبہ اس سے یہ نتیجہ بھی نکلا کہ وہ آسمان پر ہرگز نہیں گیا کیونکہ آسمان پر جانا اس منصوبہ کی ایک جز تھی اور مصلوب ہونیکی ایک فرع تھی۔ پس جبکہ ثابت ہوا کہ وہ نہ لعنتی ہوا اور نہ تین دن کے لئے دوزخ میں گیا اور نہ مرا تو پھر یہ دوسری جز آسمان پر جانیکی بھی باطل ثابت ہوئی۔

پھر ایک اور شہادت جو حضرت مسیحؑ کے زندہ دوسرے اقوام بنی اسرائیل کی طرف چلے جانے پر انجیلوں سے پیدا ہوتی ہے وہ بیان ہے جس میں حضرت مسیحؑ کہتے ہیں کہ میں بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا دوسری کسی قوم کیطرف نہیں بھیجا گیا (متی ۱۵/۲۴) اور اسیطرح پھر اُنکے وہ الفاظ ہیں جنمیں وہ کہتے ہیں کہ میں کھوئی ہوئی کو

تلاش کرنے اور بچانے کے لئے آیا ہوں - اب اگر ہم مان لیں کہ جو یہودی اسوقت فلسطین میں رہتے تھے وہ روحانی طور پر کھوئے ہوئے تھے تو ضرور ہے کہ وہ بنی اسرائیل جو دور دراز کے ملکوں میں جا آباد ہوئے تھے وہ فلسطین کے یہودیوں سے بھی بڑھکر کھوئے ہوئے تصور کئے جاویں کیونکہ وہ نہ صرف روحانی طور پر مثل فلسطین کے یہودیوں کے کھوئے ہوئے تھے بلکہ جسمانی طور پر بھی گم شدہ تھے - علاوہ ازیں حضرت مسیح کے یہ الفاظ کہ میں گم شدوں کو تلاش کرنے آیا ہوں - گم شدہ فرقوں کے سوا دوسرے یہودیوں پر کسی طرح لگ ہی نہیں سکتے - فلسطین کے یہودی تو خود ہی حضرت مسیح کے گرد گروہوں کے گروہ جمع ہو جاتے تھے اس لئے حضرت مسیح کو انکے تلاش کرنے کی ضرورت باقی نہ تھی - بلکہ تلاش کرنا تو ایک طرف رہا انجیلوں میں تو لکھا ہے کہ وہ فلسطین کے یہودیوں سے چھپا کرتا تھا پس معلوم ہوا کہ تلاش کرنا صرف دوسرے یہودی اقوام کے لئے تھا جو گم شدہ فرقے بنی اسرائیل کے تھے - اس کے علاوہ حضرت مسیح نے ایک مثال بھی بیان کی ہے جسمیں اس گڈریئے کا ذکر ہے جو ننانوے موجود بھیڑوں کو چھوڑ کر ایک گم شدہ کی تلاش میں پہاڑوں اور جنگلوں میں پھرتا تھا - یہ تمثیل جیسی حضرت مسیح پر صادق آتی ہے اور کسی پر نہیں آتی - وہ اسرائیلیوں کے لئے مبعوث ہوئے تھے لیکن جس جگہ انہوں نے تبلیغ شروع کی وہاں بارہ قوموں میں سے صرف دو موجود تھیں اور باقی دس فرقے گم تھے - پس جو شخص یہ تعلیم دیتا ہے کہ ایک گم شدہ بھیڑ کی خاطر ننانوے بھیڑوں کو چھوڑ کر جنگلوں اور پہاڑوں میں تلاش کرنی چاہیئے اس سے بڑھکر کون گنہگار ہوگا اگر وہ خود دو موجود فرقوں کی خاطر دس گم شدہ فرقوں کی تلاش میں پہاڑوں اور جنگلوں میں نہ جائے - بلکہ اسکا تو یہ فرض ہونا چاہیئے کہ تھوڑوں کو چھوڑ کر بہتوں کی تلاش کرے - یہ ایک صاف اور کھلی بات ہے کہ حضرت مسیح کا فرض کثیر تعداد کو تبلیغ کرنے کا تھا اور یہ فرض وہ ادا نہیں کر سکتے تھے جبتک دس گم شدہ فرقوں کو جاکر وعظ نہ کرتے - بہر حال یہ ظاہر ہے کہ مسیح کا مشن سارے اسرائیلیوں کی طرف تھا نہ کسی خاص فرقہ کی طرف - اور اسکے متعلق یہ پیشگوئی بھی تھی کہ وہ خدا کا برگزیدہ قوم بنی اسرائیل پر حکمرانی کریگا - پس وہ صلیب پر فوت ہو گئے اور پھر جیسا کہ خیال کیا جاتا ہے آسمان پر چڑھ گئے تھے تو انکی بعثت کی اصل غرض جو بار بار انجیلوں میں بھی بیان کیگئی ہے کہ اسرائیلیوں کو نجات دیں اور خصوصاً انکی گم شدہ بھیڑوں کو بالکل پوری نہ ہوئی - اگر حضرت مسیح صلیب سے بچکر دس گم شدہ بنی اسرائیل کے فرقوں کی طرف نہیں گئے - تو بجائے اسرائیلیوں کو گناہ سے چھوڑانیکے اور بھی اسرائیلیوں پر انہوں نے گناہ کا بوجھ ڈالدیا - کیونکہ انکی موت کا گناہ بھی یہودیوں کے سر پر ہی پڑا -

انجیلوں سے حضرت مسیح کے مشرق کی طرف جانیکی ایک اور شہادت بھی ملتی ہے۔ متی ۲/۱ میں لکھا ہے کہ وہ ستارہ جو مسیح کی پیدائش کے نشان کے طور پر طلوع ہوا تھا وہ **مشرق** میں نکلا تھا۔ اسی ستارے کی رہنمائی سے چند دانا آدمی ایک بڑا لمبا سفر اختیار کر کے اسجگہ پہونچے جہاں حضرت مسیح پیدا ہوئے تھے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ مسیح کی پیدائش کے منتظر تھے۔ لیکن مسیح کی آمد کا وعدہ اور اسکی ظہور کے علامات سوائے اسرائیلی اقوام کے دوسری کسی قوم کو نہ دیئے گئے تھے۔ اس لئے وہ لوگ جو ستارہ کو دیکھکر مشرق کی طرف سے آئے اسرائیلی ہونے چاہیئے۔ اب یہہ دو واقعات یعنے مشرق میں ستارے کا نکلنا اور مشرق سے دانا آدمیوں کا آنا لغو اور بے معنی باتیں نہیں ہو سکتیں۔ وہ ستارہ جو مسیح کی پیدائش کو بتاتا تھا وہ مشرق میں کیوں طلوع ہوا اگر مشرقی لوگوں نے اس مسیح سے محض بے بہرہ رہنا تھا۔ بلکہ یہاں تو صاف اشارہ ہے کہ مشرقی اسرائیلی مسیح کی آمد سے بہ نسبت ان لوگوں کے زیادہ فائدہ اٹھائیں گے جو اس کے ہموطن تھے۔ ستارہ مشرق میں نکلا نہ فلسطین میں اور اسطرح پر صاف جتلا دیا گیا کہ مسیح کی دعوت مشرق میں قبول کی جاوے گی اور اسکے ہموطن محروم رہ جائیں گے۔ گویا حضرت مسیح کی پیدائش کا ستارہ اُنکے اقبال کا ستارہ تھا اور اُنکی تبلیغ کی قبولیت کا کھلا کھلا نشان تھا۔ اور کیوں خدا تعالیٰ نے مشرقی لوگوں کو ستارے کے ذریعہ ہدایت کی اگر اصلی ہدایت سے وہ محروم ٹھہرائے گئے تھے اور یہ مقدر ہی نہ تھا کہ وہ پیغمبر اُنکو ہدایت کرے جسکی پیدائش کا نشان اُنکو دکھایا گیا تھا۔ یہ کیسا حیرت انگیز امر ہے کہ مشرقی اسرائیلی جنکو ستارہ دکھایا گیا وہ تبلیغ سے محروم رکھے گئے اور فلسطین کے یہودی جنکو تبلیغ کرنے میں مسیح نے اپنی عمر صرف کردی تھی۔ انکو کوئی نشان اسکی ظہور کا نہ دکھایا گیا۔ کیا خدا کے نشان ایسے ہی لغو اور بیہودہ ہوتے ہیں ہرگز نہیں بلکہ وہ بڑے بڑے اسرار کی طرف اشارہ کرنیوالے ہوتے ہیں اور اسی قسم کا ایک نشان مشرق میں ستارہ کا طلوع تھا۔ علاوہ ازیں حضرت مسیح بڑے ناشکر گذار ٹھہرتے ہیں اگر وہ ان لوگوں کی طرف توجہ ہی نہ کرتے جو انکی پیدائش کے وقت اتنے دور سے اُنکو قبول کرنیکے لئے آئے تھے۔ مشرقی اسرائیلیوں نے تو اسکی پیدائش پر ہی اسکا خیر مقدم کیا حالانکہ مغربی اسرائیلیوں نے اسکی موت کے حیلے سوچے ان میں سے کون مسیح کا ریوڑ ہونا چاہیئے ہر ایک دانا آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ اور منجملہ انجیلی شہادتوں کے پلاطوس کی بیوی کا خواب ہے۔

جب پلاطوس کچہری کی مسند پر بیٹھا تھا اُس کی جورو نے اُسے کہلا بھیجا کہ تو اس راستباز سے کچھ کام نہ رکھ

[illegible] حضرت مسیح کے مشرق کی طرف [illegible]

[illegible] پیدائش کے نشان [illegible] مشرق [illegible]

[illegible] حضرت مسیح [illegible]

[illegible] مسیح کی پیدائش کے [illegible]

[illegible] مشرق کی طرف [illegible]

[illegible] مشرق [illegible]

[illegible] مسیح کی پیدائش [illegible] مشرق [illegible]

[illegible] مشرق [illegible] مسیح [illegible]

[illegible] مشرق [illegible]

[illegible] مسیح کی [illegible] مشرق [illegible]

[illegible] مسیح کی پیدائش [illegible]

[illegible] مشرق [illegible]

[illegible] پیدائش کا نشان [illegible]

[illegible] مسیح [illegible]

[illegible] حضرت [illegible]

[illegible] مشرق [illegible]

[illegible] حضرت مسیح [illegible]

[illegible] پیدائش کے وقت [illegible] مشرقی [illegible]

[illegible] پیدائش [illegible] مشرقی [illegible]

[illegible] مسیح [illegible]

[illegible] ہے۔

[illegible]

(یعنے اس کے قتل کرنے کے لئے سعی نکر) کیونکہ میں نے آج رات خواب میں اس کے سبب سے بہت تکلیف پائی دیکھو متی باب ۲۷ آیت ۱۹۔ سو یہہ فرشتہ جو خواب میں پلاطوس کی جورو کو دکہایا گیا۔ اس سے ہم اور ہر ایک منصف یقینی طور پر یہہ سمجھے گا کہ خدا کا ہرگز یہ منشا رنہ تہا کہ مسیح صلیب پر وفات پاوے۔ جب سے کہ دنیا پیدا ہوئی آجتک یہ کبھی نہوا کہ جس شخص کے بچانے کے لئے خدا یتعالٰی رویا میں کسی کو ترغیب دے کہ ایسا کرنا چاہیئے تو وہ بات خطا جائے۔ مثلاً انجیل متی میں لکہا ہے کہ خداوند کے ایک فرشتہ نے یوسف کو خواب میں دکہائی دیکر کہا "اٹھہ اس لڑکے اور اس کی ماں کو ساتہہ لیکر مصر کو بہاگ جا اور وہاں جب تک میں تجھے خبر نہ دوں ٹھہرا رہ کیونکہ ہیرودوس اس لڑکیکو ڈھونڈھے گا کہ مار ڈالے"۔ دیکھو انجیل متی باب ۲۔ آیت ۱۳۔ اب کیا یہ کہہ سکتے ہیں کہ یسوع کا مصر میں پہونچکر مارا جانا ممکن تہا اسی طرح خدا یتعالٰی کیطرف سے یہہ ایک تدبیر تھی کہ پلاطوس کی جورو کو مسیح کے لئے خواب آئی۔ اور ممکن نہ تہا کہ یہ تدبیر خطا جاتی اور جسطرح مصر کے قصہ میں مسیح کے مارے جانے کا اندیشہ ایک ایسا خیال ہے جو خدا یتعالٰی کے ایک مقرر شدہ وعدہ کے برخلاف ہے اسیطرح اسجگہ بھی یہ خلاف قیاس بات ہے کہ خدا یتعالٰے کا فرشتہ پلاطوس کی جورو کو نظر آوے اور وہ اس ہدایت کی طرف اشارہ کرے کہ اگر مسیح صلیب پر فوت ہو گیا تو یہہ تمہارے لئے اچہا نہ ہوگا تو پھر اس غرض سے فرشتہ کا ظاہر ہونا بے سود جاوے اور مسیح صلیب پر مارا جاوے کیا اسکی دنیا میں کوئی نظیر ہے؟ ہرگز نہیں۔ ہر ایک نیکدل انسان کا پاک کانشنس جب پلاطوس کی بیوی کے خواب پر اطلاع پائیگا تو بیشک وہ اپنے اندر اس شہادت کو محسوس کریگا کہ درحقیقت اس خواب کا منشا ریہی تہا کہ مسیح کے چھوڑانے کی ایک بنیاد ڈالی جائے۔ یوں تو دنیا میں ہر ایک کو اختیار ہے کہ اپنی عقیدہ کے تعصب سے ایک کھلی کھلی سچائی کو رد کر دے اور قبول نکرے۔ لیکن انصاف کے رو سے ماننا پڑتا ہے کہ پلاطوس کی بیوی کا خواب مسیح کے صلیب سے بچنے پر ایک وزن کی شہادت ہے۔ اور سب سے اول درجہ کی انجیل یعنے متی نے اس شہادت کو قلمبند کیا ہے۔ اگرچہ ایسی شہادتوں سے جو میں بڑے زور سے اس کتاب میں ہو لکہونگا مسیح کی خدائی اور مسئلہ کفارہ یک لخت باطل ہوتا ہے لیکن ایمانداری اور حق پسندی کا ہمیشہ یہ تقاضا ہونا چاہیئے کہ ہم سچائی کے قبول کرنے میں قوم اور برادری اور عقائد رسمیہ کی کچھہ پرواہ نکریں۔ جب سے انسان پیدا ہوا ہے آجتک اُسکی کوتہ اندیشیوں نے ہزاروں چیزوں کو خدا بنا ڈالا ہے یہانتک کہ بلیوں اور سانپوں کو بہی پوجا گیا ہے۔ لیکن پہر بہی عقلمند لوگ خداداد توفیق سے اس قسم کے مشرکانہ عقیدوں سے نجات پاتے آئے ہیں۔

اور منجملہ انجیلی شہادتوں کے جو ہمکو ملی ہیں انجیل متی کی وہ آیت ہے جو ذیل میں لکھتا ہوں "تا ہابل راستباز کے خون سے برخیاہ کے بیٹے ذکریا کے خون تک جسے تم نے ہیکل اور قربان گاہ کے درمیان قتل کیا میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ یہ سب کچھ اس زمانہ کے لوگوں پر آویگا"۔ دیکھو متی باب ۲۳ آیت ۳۵ و ۳۶۔ اب ان آیات پر اگر نظر غور کرو تو واضح ہوگا کہ انمیں حضرت مسیح علیہ السلام نے صاف طور پر کہدیا ہے کہ یہودیوں نے جسقدر نبیوں کے خون کئے انکا سلسلہ ذکریا نبی تک ختم ہو گیا۔ اور اس کے بعد یہودی لوگ کسی نبی کے قتل کرنے کے لئے قدرت نہیں پائیں گے۔ یہ ایک بڑی پیشگوئی ہے اور اس سے نہایت صفائی کے ساتھ یہہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب کے ذریعہ سے قتل نہیں ہوئے بلکہ صلیب سے بچکر نکل گئے اور آخر طبعی موت سے فوت ہوئے۔ کیونکہ اگر یہ بات صحیح ہوتی کہ حضرت مسیح علیہ السلام بھی ذکریا کیطرح یہودیوں کے ہاتھ سے قتل ہونے والے تھے تو ان آیات میں حضرت مسیح علیہ السلام ضرور اپنے قتل کئے جانیکی طرف بھی اشارہ کرتے۔ اور اگر یہ کہو کہ گو حضرت مسیح علیہ السلام بھی یہودیوں کے ہاتھ سے مارے گئے لیکن انکا مارا جانا یہودیوں کے لئے کوئی گناہ کی بات نہیں تھی کیونکہ وہ بطور کفّارہ کے مارے گئے تو یہ خیال صحیح نہیں ہے کیونکہ یوحنا باب ۱۹ آیت ۱۱ میں مسیح نے صاف طور پر کہدیا ہے کہ یہودی مسیح کے قتل کرنیکے ارادہ سے سخت گنہگار ہیں۔ اور ایسا ہی اور کئی مقامات میں اسی امر کیطرف اشارہ ہے۔ اور صاف لکھا ہے کہ اس جرم کی عوض میں جو مسیح کی نسبت اُن سے ظہور میں آیا خدا تعالیٰ کے نزدیک قابل سزا ٹھہر گئے تھے۔ دیکھو انجیل متی باب ۲۶ آیت ۲۴۔

اور منجملہ اُن شہادتوں کے جو حضرت مسیح علیہ السلام کے صلیب سے محفوظ رہنے کے بارہ میں انجیل سے ملتی ہیں وہ شہادت ہے جو انجیل متی باب ۲۶ میں یعنے آیت ۳۶ سے آیت ۴۶ تک مرقوم ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام گرفتار کئے جانے کا الہام پاکر تمام رات جناب الٰہی میں رو رو کر اور سجدے کرتے ہوئے دعا کرتے رہے۔ اور ضرور تھا کہ ایسی تضرع کی دعا جس کے لئے مسیح کو بہت لمبا وقت دیا گیا تھا قبول کیجاتی کیونکہ مقبول کا سوال جو بیقراری کے وقت کا سوال ہو ہرگز ردّ نہیں ہوتا۔ پھر کیوں مسیح کی ساری رات کی دعا اور دردمند دل کی دعا اور مظلومانہ حالت کی دعا رد ہو گئی۔ حالانکہ مسیح دعویٰ کرتا ہے کہ باپ جو آسمان پر ہے میری سنتا ہے۔ پس کیونکر باور کیا جائے کہ خدا اُسکی سُنتا تھا جبکہ ایسی بے قراری کی دعا سنی نگئی۔ اور انجیل سے یہہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو دلی یقین تھا کہ اسکی وہ دعا ضرور قبول ہو گئی اور اس دعا پر اسکو بہت بھروسہ تھا۔ اسی وجہ سے

جب وہ پکڑا گیا اور صلیب پر کھینچا گیا اور ظاہری علامات کو اُس نے اپنی امید کے موافق نہ پایا تو بے اختیار اس کے موہنہ سے نکلا کہ " ایلی ایلی لما سبقتانی " اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے کیوں مجھے چھوڑ دیا یعنے مجھے یہ امید ہرگز نہیں تھی کہ انجام یہ ہوگا اور میں صلیب پر مروں گا- اور میں یقین رکھتا تھا کہ تو میری دعا سنے گا- پس ان دونوں مقامات انجیل سے صاف ظاہر ہے کہ مسیح کو خود دلی یقین تھا کہ میری دعا ضرور قبول ہوگی اور میرا تمام رات کا رو رو کر دعا کرنا ضائع نہیں جائیگا- اور خود اُس نے خدا تعالیٰ کی طرف سے اپنے شاگردوں کو یہ تعلیم دی تھی کہ اگر دعا کرو گے تو قبول کیجائے گی بلکہ ایک مثال کے طور پر ایک قاضی کی کہانی بھی بیان کی تھی کہ جو نہ خلقت سے اور نہ خدا سے ڈرتا تھا- اور اس کہانی سے بھی مدعا یہ تھا کہ تا حواریوں کو یقین آجائے کہ بیشک خدا تعالیٰ دعا سنتا ہے- اور اگرچہ مسیح کو اپنے پر ایک بڑی مصیبت کے آنیکا خدا تعالیٰ کی طرف سے علم تھا- مگر مسیح نے عارفوں کی طرح اس بنا پر دعا کی کہ خدا تعالیٰ کے آگے کوئی بات ان ہونی نہیں اور ہر ایک محو و اثبات اسکے اختیار میں ہے- لہذا یہ واقعہ کہ نعوذ باللہ مسیح کی خود دعا قبول نہ ہوئی یہ ایک ایسا امر ہے جو شاگردوں پر نہایت بد اثر پیدا کرنے والا تھا- سو کیونکر ممکن تھا کہ ایسا نمونہ جو ایمان کو ضائع کرنیوالا تھا حواریوں کو دیا جاتا جبکہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ مسیح جیسے بزرگ نبی کی تمام رات کی پُر سوز دعا قبول نہ ہو سکی تو اس بد نمونہ سے ان کا ایمان ایک سخت امتحان میں پڑتا تھا- لہذا خدا تعالیٰ کی رحمت کا تقاضا یہی تھا کہ اس دعا کو قبول کرتا یقیناً سمجھو کہ وہ دعا جو گتسمینی نام مقام میں کیگئی تھی ضرور قبول ہو گئی تھی-

ایک اور بات اسجگہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ جیسا کہ مسیح کے قتل کے لئے مشورہ ہوا تھا اور اس غرض کے لئے قوم کے بزرگ اور معزز مولوی قیافا نامی سردار کاہن کے گھر میں اکٹھے ہوئے تھے کہ کسی طرح مسیح کو قتل کر دیں یہی مشورہ حضرت موسیٰ کے قتل کرنے کے لئے ہوا تھا- اور یہی مشورہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کرنے کے لئے مکہ میں دار الندوہ کے مقام میں ہوا تھا- مگر قادر خدا نے اُن دونوں بزرگ نبیوں کو اس مشورہ کے بد اثر سے بچا لیا- اور مسیح کے لئے جو مشورہ ہوا اُن دونوں مشوروں کے درمیان میں تھا- پھر کیا وجہ کہ وہ بچایا نگیا حالانکہ اس نے ان دونوں بزرگ نبیوں سے بہت زیادہ دعا کی- اور پھر جبکہ خدا اپنے پیارے بندوں کی ضرور سنتا ہے اور شریروں کے مشورہ کو باطل کر کے دکھاتا ہے تو پھر کیا وجہ کہ مسیح کی دعا نہیں سنی گئی- ہر ایک صادق کا تجربہ ہے کہ بیقراری اور مظلومانہ حالت کی دعا قبول ہوتی ہے-

بلکہ صادق کے لئے مصیبت کا وقت نشان ظاہر کرنے کا وقت ہوتا ہے چنانچہ میں خود اس میں صاحب تجربہ ہوں مجھے یاد ہے کہ دو برس کا عرصہ ہوا ہے کہ مجھ پر ایک جھوٹا مقدمہ اقدام قتل کا ایک صاحب ڈاکٹر مارٹن کلارک عیسائی مقیم امرتسر پنجاب نے عدالت ضلع گورداسپور میں دائر کیا اور یہ استغاثہ پیش کیا کہ گویا میں نے ایک شخص عبدالحمید نامی کو بھیجکر ڈاکٹر مذکور کو قتل کرنا چاہا تھا اور ایسا اتفاق ہوا کہ اس مقدمہ میں تینوں قوم کے چند منصوبہ باز آدمی یعنے عیسائی اور ہندو اور مسلمان میرے مخالف متفق ہو گئے اور جہانتک ان سے ہو سکتا تھا یہ کوشش کی کہ مجھپر اقدام قتل کا الزام ثابت ہو جائے۔ عیسائی پادری مجھ سے اسوجہ سے ناراض تھے کہ میں اس کوشش میں تھا اور اب بھی ہوں کہ مسیح کی نسبت جو اُن کا غلط خیال ہے اس سے خدا کے بندوں کو نجات دوں اور یہ اول نمونہ تھا جو میں نے ان لوگوں کا دیکھا۔ اور ہندو مجھ سے اس وجہ سے ناراض تھے کہ میں نے لیکھرام نامی اُنکے ایک پنڈت کی نسبت اسکی رضامندی سے اسکے مرنے کی نسبت خدا کا الہام پاکر پیشگوئی کی تھی اور وہ پیشگوئی اپنی میعاد میں اپنے وقت پر پوری ہو گئی اور وہ خدا کا ایک ہیبت ناک نشان تھا اور ایسا ہی مسلمان مولوی بھی ناراض تھے کیونکہ میں اُنکے خونی مہدی اور خونی مسیح کے آنے سے اور نیز اُنکے جہاد کے مسئلہ کا مخالف تھا۔ لہذا ان تین قوموں کے بعض سرپر آوردہ لوگوں نے یہہ مشورہ کیا کہ کسی طرح قتل کا جرم میرے پر لگ جائے اور میں مارا جاؤں یا قید کیا جاؤں۔ اور ان خیالات میں وہ خدا تعالیٰ کی نظر میں ظالم تھے۔ اور خدا نے مجھے اُس گھڑی سے پہلے کہ ایسے منصوبے مخفی طور پر کئے جائیں اطلاع دی۔ اور پھر انجام کار بری کرنے کی مجھے خوشخبری سنائی۔ اور یہ خدا کے پاک الہام صدہا لوگوں میں قبل از وقت مشہور کئے گئے اور جبکہ میں نے الہام کی خبر پاکر دعا کی کہ اے میرے مولیٰ اس بلا کو مجھ سے رد کر۔ تب مجھے الہام ہوا کہ میں رد کروں گا اور تجھے اس مقدمہ سے بری کر دونگا اور وہ الہام بہتوں کو سنایا گیا جو تین سو سے بھی زیادہ تھے جو ابتک زندہ موجود ہیں۔ اور ایسا ہوا کہ میرے دشمنوں نے جھوٹے گواہ بنا کر اور عدالت میں گذرانکر اس مقدمہ کو ثبوت تک پہونچا دیا اور تین قوموں کے لوگوں نے جنکا ذکر ہو چکا ہے میرے مخالف گواہی دی۔ تب ایسا ہوا کہ جس حاکم کے پاس وہ مقدمہ تھا جسکا نام کپتان ڈبلیو ڈگلس تھا جو ضلع گورداسپورہ کا ڈپٹی کمشنر تھا خدا نے طرح طرح کے اسباب سے تمام حقیقت اس مقدمہ کی اُسپر کھولدی۔ اور اس پر کھل گیا کہ وہ مقدمہ جھوٹا ہے۔ تب اسکی انصاف پسندی اور عدل پروری نے یہ تقاضا کیا کہ اُس ڈاکٹر کا جو پادری کا بھی کام کرتا تھا کچھ بھی لحاظ نہ کرکے اس مقدمہ کو خارج کیا۔ اور جیسا کہ پہلے خدا تعالےٰ نے

سے الہام پاکر موجودہ خوفناک صورتوں کے برخلاف عام جلسوں میں اور صدہا لوگوں میں اپنا انجام کار بری ہونا بتلایا تھا ویسا ہی ظہور میں آیا اور بہت سے لوگوں کی قوت ایمان کا باعث ہوا۔ اور نہ صرف یہی بلکہ اور بھی اس قسم کی کئی تہمتیں اور مجرمانہ صورت کے الزام میرے پر مذکورہ بالا وجوہات کی وجہ سے لگائے گئے اور عدالت تک مقدمے پہونچائے گئے۔ مگر خدا نے مجھے قبل اسکے جو میں عدالت میں بلایا جاتا اپنے الہام سے اول اور آخر کی خبر دیدی۔ اور ہر ایک خوفناک مقدمہ میں مجھے بری ہونے کی بشارت دی۔

اس تقریر سے مدعا یہ ہے کہ بلاشبہ خدا تعالیٰ دعاؤں کو سنتا ہے بالخصوص جبکہ اُسپر بھروسہ کرنے والے مظلوم ہونیکی حالت میں اسکے آستانہ پر گرتے ہیں تو وہ انکی فریاد کو پہونچتا ہے اور ایک عجیب طور پر انکی مدد کرتا ہے اور ہم اس بات کے گواہ ہیں تو پھر کیا باعث اور سبب کہ مسیح کی ایسی بے قراری کی دعا منظور نہ ہوئی؟ نہیں بلکہ منظور ہوئی اور خدا نے اسکو بچالیا۔ خدا نے اسکے بچانے کے لئے زمین سے بھی اسباب پیدا کئے اور آسمان سے بھی۔ یوحنا یعنی یحیٰی نبی کو خدا نے دعا کرنے کے لئے مہلت نہ دی کیونکہ اُس کا وقت آچکا تھا۔ مگر مسیح کو دعا کرنے کے لئے تمام رات مہلت دیگئی اور وہ ساری رات سجدہ میں اور قیام میں خدا کے آگے کھڑا رہا۔ کیونکہ خدا نے چاہا کہ وہ بیقراری ظاہر کرے۔ اور اُس خدا سے جسکے آگے کوئی بات انہونی نہیں اپنی مخلصی چاہے سو خدا نے اپنی قدیم سنت کیموافق اسکی دعا کو سنا۔ یہودی اس بات میں جھوٹے تھے جنہوں نے صلیب دیکر یہ طعنہ مارا کہ اس نے خدا پر توکل کیا تھا کیوں خدا نے اُسکو نہ چھوڑایا کیونکہ خدا نے یہودیوں کے تمام منصوبے باطل کئے اور اپنے پیارے مسیح کو صلیب اور اس کی لعنت سے بچالیا اور یہودی نامراد رہے۔

Digitized by Khilafat Library

جہاد کے قطعی استیصال کیلئے ایک تجویز پیش کردہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

Digitized by Khilafat Library

چونکہ تقریب جلسہ تاج پوشی ہمارے شہنشاہ عالی جاہ ایڈورڈ قیصر کے درپیش ہے اور ہر ایک شخص پر جو زیر سایہ اس سلطنت پُرامن کے رہتا ہے واجب ہے کہ اس خوشی سے حصہ لے۔ اور اس موقع پر اپنی خیرخواہی

اور خلوص کا اظہار کرے سو میں جو ایک گوشہ گزین انسان ہوں اور قبل اسکے جو واقعہ موت پیش آوے اُس پوشیدہ عالم کو دیکھہ رہا ہوں جسکو اکثر دوسرے لوگ موت کے بعد دیکھیں گے۔ اس لئے میری معرفت اور حقیقت شناسی نے جو انصاف اور حق پسندی کو چاہتی ہے مجھے تحریک کی ہے کہ نہایت یکرنگی اور دلی جوش سے اپنی مشرب اور طریق کے مطابق اس موقعہ پر وہ باتیں ظاہر کروں جنکے لئے میرا دل جوش مار رہا ہے اور جنکو اپنا فرض سمجھتا ہوں سو سب سے اول میں اپنی طرف سے اور اپنی جماعت کے منتخب لوگوں کی طرف سے جو میرے تخمینہ میں اب وہ برٹش انڈیا کی متفرق بلاد میں ڈیڑہ لاکھہ کے قریب ہیں حضرت شہنشاہ قیصر کو شکر سے بھرے ہوئے الفاظ کے ساتھہ دعائے خیر کرتا ہوں اور جناب الہی سے چاہتا ہوں کہ وہ قادر کریم جسکی بے انتہا طاقت نے ذرّہ ذرّہ پر قبضہ کر رکھا ہے اس شہنشاہ کو جسکی سلطنت امن بخش اور ہر ایک ظالم سے حفاظت کرتی ہے تمام مکروہات زمانہ سے بچاوے اور فتح وظفر نصیب کرے۔ اور ہمیں زیادہ سے زیادہ اس بات کی توفیق دے کہ ہم سچے دل سے اس محسن گورنمنٹ کے خیر خواہ رہیں اور دورنگی سے بچیں۔ پھر بعد اس کے میرے دل میں جلسہ تاج پوشی کی تقریب پر ایک ارادہ دوبارہ جوش زن ہوا ہے جسکو میں آج سے قریباً بائیس[۲۲] برس پہلے اپنی کتاب براہین احمدیہ میں ملک میں مسلمانوں کی توجہ کے لئے شایع کیا تہا اور پہر وقتاً فوقتاً میں اس ارادہ کو اپنی متفرق کتابوں میں شائع کرتا رہا اور غالباً تیس مرتبہ کے قریب میں نے اُس ارادہ کو ملک میں شائع کیا مگر افسوس کہ ابتک وہ میرا مطلب پورا نہ ہوا اب اس تقریب جلسہ تاج پوشی پر خوب موقعہ نکلا ہے کہ پہر میں یہ بات پیش کروں۔ اور وہ یہ ہے کہ جس رعیّت کو اپنی گورنمنٹ کے ساتھہ دلی اطاعت کا جوش نہو۔ وہ بدقسمت رعیّت ہے جو نفاق کے ساتھہ گذارہ کرتی ہے۔ اور اب ہم نے قریباً پچاس سال کی مُدّت میں متواتر تجارب سے دیکھہ لیا ہے کہ یہ گورنمنٹ درحقیقت مسلمانوں کے لئے ابر رحمت ہے۔ اس کے سایہ میں ہم امن سے گذارہ کرتے ہیں۔ اس کے سایہ میں اکثر مسلمان نسبتاً اپنی پہلی حالت بے علمی سے بہت کچھہ ترقی کر گئے ہیں۔ اور یہ گورنمنٹ انکی جانوں اور مالوں اور آبروؤں کی محافظ ہے۔ اور ایسے عمدہ انتظام سے امن قائم کیا گیا ہے کہ اس سے بہتر متصور نہیں۔ تو پہر کیا اس کے علماء کا فرض نہیں ہے کہ وہ پوری توجہ سے سوچیں کہ کیوں آئے دن اس محسن گورنمنٹ کو سرحدی وحشیوں کی لڑائیوں کے مشکلات پیش آتے ہیں کیا اسکا یہ سبب نہیں ہے کہ اُنمیں ایسے بدباطن مُلّا موجود ہیں جو ہمیشہ اُنکو یہی سبق دیتے رہتے ہیں

کہ کافروں سے جہاد کرنا دین کا فرض اور بہشت کے حاصل کرنیکی ایک کنجی ہے۔ پس اسبات میں کچھ بھی شک نہیں کہ جن اسباب سے یہ فتنہ ہمیشہ اُٹھتا رہتا ہے۔ اُنہیں اسباب سے یہ فرو بھی ہوگا یعنی علماء کے مقابل پر علماء کی کوشش ضروری ہے۔

پس کیا ہمارے علماء کوئی ایسی تدبیر نہیں کرسکتے کہ اس تدبیر کا اثر ان وحشیوں پر پڑے؟ بیشک کرسکتے ہیں۔ اور اگر زیادہ اثر نہ ہو تو بلاشبہ کسی قدر ضرور اثر ہوگا۔ یہ گورنمنٹ بے شک باہیبت اور بااقبال ہے۔ اگر چاہے تو ایک کروڑ مفسد اور باغی کی بخوبی سرکوبی کرسکتی ہے۔ لیکن آخر لڑائیوں میں عزیز جانیں ضائع ہوتی ہیں سو اگر کسی تدبیر سے کام نکلے تو کیوں جانیں ضائع ہوں۔ پس میرے نزدیک تدبیر یہ ہے۔ کہ ایک کتاب مبسوط مخالفت جہاد میں لکھی جائے جسکا یہ مطلب ہو کہ بموجب آیات قرآنی اور احادیث صحیحہ اور اصول انصاف کے اس گورنمنٹ سے ہرگز جہاد درست نہیں کیونکہ وہ دادگستری اور حق پسندی اور رعیت پروری اور بہت سے اپنے منصفانہ اصولوں کی رو سے دین اسلام کی حامی ہے۔ اور علاوہ اس کے مقابلہ کرکے دیکھ لو کہ ہندوستان کے پہلے بادشاہوں کے زمانہ کی نسبت علمی ترقی اور امن اور آزادی میں گورنمنٹ انگریزی کی رعایا مسلمان آگے بڑھ گئے ہیں بلکہ اگر زیادہ غور کرو تو معلوم ہوگا کہ انگریزی قوانین اسلام کے لئے راستہ صاف کر رہے ہیں۔ ان تمام امور کے لحاظ سے اس محسن گورنمنٹ سے بغاوت یا مقابلہ یا سرکشی سے پیش آنا صرف ناجائز ہی نہیں بلکہ اسلام سے خارج ہونا ہے۔ جب ایسی کتاب طیار ہو جائے۔ تو تمام سرآمد علماء کے اس پر دستخط ہو جائیں۔ اور پھر وہ کتاب زبان پشتو اور فارسی اور عربی میں ترجمہ کیجائے۔ اور ایسی کتاب کی چالیس ہزار کاپی چھپوائی جائے اور ملک میں اور سرحدی ممالک میں تقسیم کی جائے اگر ایسا ہو تو مینے منظور کیا ہے کہ دس ہزار روپیہ تک اسکی چھپوائی کے اخراجات میں خود دیدونگا۔ مگر شرط یہ ہے کہ محض بیہودہ اور مجمل اور منافقانہ بیان نہ ہو بلکہ ہر ایک پہلو سے مکمل ہو۔ میں اس بات کو خوب جانتا ہوں اور محسوس کرتا ہوں کہ وہ بیان کس قوت کے ہوتے ہیں جو دل کی سچائی سے نکلتے ہیں۔ اور وہ بیان کیسے بودے اور کمزور ہوتے ہیں جو محض منافقانہ ہوتے ہیں۔ منافقانہ بیان ایک مردہ بیان ہوتا ہے اور اسکی ایسی مثال ہے جیساکہ ایک پھوڑے کے اندر بہت سی پیپ بھری ہو اور بظاہر دکھائی دیتا ہو کہ وہ زخم مل گیا ہے۔ مگر جو بیان دل سے نکلتا ہے وہ آخر دلوں کو جا پکڑتا ہے۔ میں اس بارے میں ایسی تحریروں کو پسند نہیں کرتا جو گول مول ہوں اور صرف دو چار مختصر ورق ہوں۔ بلکہ چاہیئے کہ بہت مبسوط کتاب ہو

اور انمیں تین قسم کے زبردست دلائل ہوں (۱) اوّل آیات قرآنی سے تمسک ہو (۲) دوسری حدیث سے تمسک ہو (۳) تیسری دلائل عقلیہ سے تمسک ہو اور میں نے سنا ہے کہ بعض والیان ریاست سرحدی نے جہاد پر زور دینے کے لئے ایک کتاب لکھی ہے اس صورت میں اور بھی واجب ہوا کہ اُس کتاب کا اثر دور کردیا جائے اگر گورنمنٹ یہ عذر پیش کرے کہ ایسی ہدایت گویا ایک جبر کی قسم ہے تو اس کا یہ جواب ہے کہ یہ جبر نہیں ہے جس بات میں لوگوں کی بھلائی اور امن کی ترقی اور عافیت کی امید ہے وہ جبر کیونکر ہو سکتا ہے ایسے خیالات مسلمانوں کو پستی کی طرف لے جارہے ہیں۔ اور درندگی کی قوتیں بڑھتی جاتی ہیں اور اس ملک کے علماء کا کیا حرج ہے کہ ایسی مبسوط کتاب تصنیف کرکے اپنے دستخطوں اور مہروں سے مزین کریں انپر کوئی خرچ نہیں ڈالا جاتا بلکہ اس تمام خرچ کا میں ہی ذمہ اُٹھاتا ہوں لیکن جیسا کہ ابھی میں نے بیان کیا ہے صفائی اور پوری دیانت سے ایسی کتاب تالیف ہونی چاہیئے۔ میں انکی نسبت کوئی بدظنی نہیں کرتا۔ مگر میرا کانشنس اس بات کو نہیں مانتا کہ جب تک پوری صفائی اور پورے دل کے جوش سے ایسی کتاب نہ لکھی جائے۔ اور ایسے تمام امور کی جڑھ کاٹ نہ دیجائے جو جہادی مسائل کیطرف حرکت دیتے ہیں۔ یا کسی آئندہ جہاد کی امید دیتے ہیں۔ تب تک وہ کتاب موثر ہو سکے اس لئے ہمیں چاہیئے کہ اُس جڑھ کو اپنے عقائد کے اندر سے بکلّی نکالدیں جسکی زہر کسی وقت پھوٹنے کے لئے طیار ہے۔

میرے خیال میں یہ دو عقیدے جہاد کی جڑھ ہیں (۱) ایک یہ کہ جو امید کیجاتی ہے کہ اب عنقریب زمانہ میں کوئی ایسا مہدی آنے والا ہے کہ جو جہاد اور اپنی مذہبی لڑائیوں سے زمین کو خون سے پُر کردیگا (۲) دوسری یہ کہ اُس مہدی کے ہاتھ بٹانے کے لئے کوئی مسیح آسمان سے آنیوالا ہے جس کا کام بھی یہی بیان کیا جاتا ہے کہ وہ بھی سخت دل سپاہیوں کی طرح تلوار سے دین کو پھیلانا چاہے گا۔ مَیں دیکھتا ہوں کہ اب ایسے عقیدوں کا زمانہ گذرتا جاتا ہے اور وہ جو ایسی بحثوں میں سختی سے پیش آتے تھے اب وہ خود بخود دبتے جاتے ہیں اور دل جلد جلد صاف ہوتے جاتے ہیں۔ بعض نادانوں کا پہلے اس سے ان عقیدوں پر بہت غلو تھا اور اب بھی ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو تہذیب اور انسانیت سے بہت کم حصہ رکھتے ہیں وہ ان بیہودہ عقیدوں پر ابتک قائم ہیں۔ اگر یہ عقیدے قرآن شریف میں مذکور ہوتے تو ایسے عقیدوں والے پر کچھ افسوس نہ تھا لیکن تعجب تو یہ ہے کہ ان ہر دو عقیدوں کا قرآن شریف میں نام و نشان نہیں ہاں سورۃ

فاتحہ اور سورۃ نور اور کئی اور سورتوں میں اشارہ کیا گیا ہے کہ جسطرح بنی اسرائیل کے نبیوں کا سلسلہ آخر کو ایک ایسے نبی پر ختم ہوا جسنے تلوار نہیں اُٹھائی اور نہ جہاد کیا اور محض اخلاقی تعلیم کی قوت سے دلوں کو اپنی طرف کھینچا ایسا ہی محمدی سلسلہ میں جب وہی زمانہ آئیگا یعنی جبکہ ہجرت سے چودھویں صدی آئیگی جو اُس زمانہ سے بہت مشابہ ہے جبکہ حضرت عیسیٰ حضرت موسیٰ کے بعد پیدا ہوئے تھے تب حضرت عیسیٰ مسیح کی مانند اس امت میں بھی ایک شخص پیدا ہوگا۔ جو نہ جہاد کریگا اور نہ تلوار اُٹھائے گا اور آرام سے اور صلح کاری سے دلوں کو خدا کیطرف پھیر دیگا۔ اور قرآن شریف سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ آخری مسیح جو پہلے مسیح کے قدم پر آئے گا۔ آدم کے زمانہ سے چھٹے ہزار کے آخر پر پیدا ہوگا یہ پیشگوئی ہے جو قرآن شریف میں ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ضرور ہے کہ اسلام چودھویں صدی میں اپنی ترقی کا تمام مدار اخلاقی اور عقلی اور اعجازی نمونوں پر رکھے جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے رکھا یہی ہے جو دوسرے لفظوں میں مسیح کا دوبارہ آنا بیان کیا جاتا ہے۔ اسمیں یہ جتلانا منظور ہے کہ پہلے مسیح میں اور دوسرے مسیح میں ایسی مشابہت ہے کہ گویا وہ دونوں ایک ہیں۔ یہی ایک پیشگوئی ہے جو قرآن شریف سے ثابت ہوتی ہے۔ باقی سب باطل اور جھوٹے قصے ہیں جو لوگوں نے بنا رکھے ہیں اور مہدی کی متعلق جسقدر حدیثیں ہیں انمیں سے ایک بھی صحیح نہیں ہے قرآن نے دو مسیح بالمقابل رکھے ہیں ایک مسیح اسرائیلی اور ایک مسیح محمدی اور دونوں کی نسبت بیان ہے کہ وہ محض اخلاقی تعلیم اور آسمانی نشانوں سے دین کو پھیلانے والے ہیں۔ پہلے اس سے اسرائیلی سلسلہ میں موسیٰ اور یشوع وغیرہ نبیوں کی لڑائیوں سے یہ شک کیا گیا تھا کہ شاید یہ مذہب ایسا ہے کہ اسمیں بجز تلوار کے اور کچھ نہیں۔ پس خدا نے نہ چاہا کہ وہ شک دلوں میں باقی رہے اس لئے اسنے موسوی سلسلہ کے آخری زمانہ میں یسوع مسیح کو بھیجا تا اپنی اخلاقی تعلیم سے اُس شک کو دور کر دے۔ اسیطرح محمدی سلسلہ میں بھی جبکہ پہلے زمانہ میں بطور مدافعت کے لڑائیاں ہوئیں تو لوگوں نے بعد میں یہ اعتراض اسلام پر کیا کہ وہ جبر سے دین کو پھیلاتا رہا ہے۔ حالانکہ وہ لڑائیاں مخالفوں کے حملوں کو دفع کیلئے تھیں نہ دین کے پھیلانے کے لئے جیسا کہ قرآن شریف میں خدا نے صاف فرمایا کہ لا اکراہ فی الدین یعنی دین میں جبر نہیں ہے۔ سو چونکہ یہ اعتراض دلوں میں جم گیا تھا۔ اور جاہل اور وحشی مسلمانوں نے بھی اپنے بدنمونوں سے اس اعتراض کو قوت دی تھی۔ اور دینداری کا شعار غازی کہلانا سمجھا گیا تھا اور دین

کے لئے تلوار اُٹھانا گویا بہشت کی کنجیاں ٹھہر گئیں تہیں - اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چودہویں صدی میں اسلام پر بہی وہ زمانہ آگیا کہ خدا اس غلطی کو اسلام میں سے نکالدے اسی طرح جیسا کہ موسیٰ سے چودہ سو برس بعد عیسیٰ مسیح کو خدا نے بہیجکر یہودیوں کی غلطی کو نکالدیا - سو اصل بات تو صرف اسقدر تہی - جسکو بعض نادانوں نے کچہہ کا کچہہ بنادیا - مگر میں جانتا ہوں کہ اب وہ زمانہ آگیا ہے کہ اسلام کے عقلمند اور پاک دل لوگ اس حقیقت کو جلد تر سمجہہ جائینگے - میں صرف قیاسی طور پر نہیں کہتا بلکہ وہ نیک دل انسان جو ڈیڑہ لاکہہ کے قریب میری اس ہدایت کو قبول کر چکے ہیں - وہ ایک زندہ گواہ میرے اس خیال کے ہیں - اور میں دیکہتا ہوں کہ ہر روز اسلام میں سے غلط عقیدے اُٹہتے جاتے اور انکی بدلے یہ پاک سلسلہ قائم ہوتا جاتا ہے - میرے اس سلسلہ میں اگرچہ ایسے لوگ بہی بکثرت ہیں جو انگریزی خواں اور تعلیم یافتہ اور سرکاری عہدوں پر مقرر ہیں مگر ایک گروہ کثیر انمیں علماء کا بہی ہے مجہے اُنکے ساتہہ ان مسائل کے سمجہانے میں کوئی دقت اٹہانی نہیں پڑی - بلکہ وہ ایسی آسانی سے سمجہہ گئے گویا کہ وہ پہلے سے ہی طیار تہے - سو میں اس سے قیاس کرتا ہوں کہ اس پاک عقیدے کے لئے قریباً کل دانشمند طیار ہیں اور عقلمند لوگ جہادی مسائل سے اندر ہی اندر بیزار ہو رہے ہیں اور وہ سمجہتے ہیں کہ درحقیقت قدیم سے خدا کا منشا رہی ہے کہ وہ اپنی ضعیف بندوں کو نرمی اور رحم سے سمجہاوے - اور درحقیقت سچ یہی ہے کہ تلواریں محض زمین کو فتح کرتے ہیں - مگر اخلاقی تعلیم جو صرف زبانی باتیں نہ ہوں بلکہ عملی طور پر دکہائی جائے وہ دلوں پر فتحیاب ہوتی ہے - اُن لوگوں نے خدا کا بڑا گناہ کیا ہے جنہوں نے قرآن کی اخلاقی تعلیم کو جو افراط تفریط سے پاک اور دنیا کی ہر ایک تعلیم سے اعلیٰ تہی اپنے وحشیانہ جنگوں اور ظالمانہ خوں ریزیوں کے نیچے چہپا دیا ہے - اور چونکہ اس زمانہ میں خدا کے منشا کے برخلاف یہ کارروائیاں اُنسے ہوئیں اس لئے انکو ایسے حملوں میں بجز ناکامی اور ذلت کے اور کچہہ حاصل نہیں ہوا اور ہمیشہ شکست اُٹہاتے اور مارے جاتے ہیں - لیکن میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اب وہ اگر ایسا کرینگے تو وہ خدا سے لڑینگے اور خدا اُنسے لڑیگا کیونکہ اُسکا منشا یہی ہے کہ دنیا کو یہ معجزہ دکہاوے کہ نرمی سے اور صلح سے اور اخلاق کے کمال سے اور اعجازی نمونوں سے دلوں میں پاک تبدیلی پیدا کرے - پس جو شخص اُسکے منشا کے برخلاف دین کے لئے تلوار اُٹہاتا ہے وہ اُسکے

معجزہ کو باطل کرنا چاہتا ہے اور اسکی حکمت کا دشمن ہے اس لئے کبھی اس کے لئے بہتری نہیں ہے اب کے بعد جو لوگ دین کے بہانہ سے تلوار اُٹھائیں گے گو وہ اپنی جہالت یا فریب سے مہدی کہلاویں یا مُلّا کے نام سے منسوب ہوں وہ بہت ذلیل ہونگے - کیونکہ خدا کے قدیم ارادہ کا انہوں نے مقابلہ کیا ہے - میں خیال کرتا ہوں کہ اس حقیقت کو کئی لاکھ انسانوں نے سمجھ لیا ہے - اور کروڑہا انسان اس کے سمجھنے کے لئے مستعد ہو رہے ہیں - اگر گورنمنٹ عالیہ مجھے اسقدر مدد دے کہ میری اس تقریر کو اپنے طور پر اخباروں میں شائع کر دے اور اسمیں لکھدے کہ جو علماء اور عقلاء اور فتوے دینے والے جہاد کے مخالف ہیں اور وہ کتاب مخالفت جہاد پر دستخط کرنیکو طیار ہیں وہ ایک خاص عہدہ دار کے پاس جسکو گورنمنٹ مقرر کرے اپنے عرائض اخیر جون ۱۹۰۳ء تک یا اُس مُدّت تک جو گورنمنٹ مناسب سمجھے بھیجدیں - اور اُنکے منتخب علماء جہاد کی مخالفت کے بارہ میں اپنی اپنی جگہ ایک ایک کتاب لکھیں - جنمیں سے ایک یہ راقم بھی ہوگا - پھر مناسب ہے کہ اُن تمام کتابوں میں سے جس کتاب کو گورنمنٹ پسند کرے اور پُر زور دیکھے اُسپر سب علماء کے دستخط ہو جائیں اور پھر وہ فارسی اور پشتو اور عربی میں ترجمہ ہو کر بلاد اسلامیہ میں شائع کی جاوے اور گورنمنٹ خسروانہ مہربانی کر کے ایسی کتابوں کی تالیف کے لئے بذریعہ اپنے اشتہار کے اطلاع دے اور مناسب ہوگا کہ تالیف کتاب کے لئے ایک برس مہلت رکھی جائے تا تکمیل کتاب میں کوئی دقیقہ رہ نجائے - یاد رہے کہ وحشی قوموں کو مہذّب بنانے کے لئے جو مُلّاؤں کے پنجہ میں ہیں اس سے زیادہ کوئی موزون تدبیر نہیں ہوگی جو علماء کے فتنہ کا علاج علماء کے ساتھ ہی کیا جاوے - اب یہ زمانہ نیا رنگ پکڑ گیا ہے اور عملی تجربہ نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ طریق جو میں نے بیان کیا ہے بہت موثر ہے - پس ہماری گورنمنٹ کو چاہیئے کہ اس سے پورے طور پر فائدہ اُٹھاوے - مسلمانوں کے لئے اس بات کے بیان کرنیکی ضرورت نہیں کہ درحقیقت خدا تعالیٰ کا یہ بڑا فضل ہے کہ یہ عادل گورنمنٹ انپر حکم رانی کر رہی ہے - اگر یہ گورنمنٹ اس ملک سے دستکش ہو جاوے تو چند روز میں قوموں کی باہم کشت و خون سے خون بہنے شروع ہو جائیں - اور کیڑوں کی طرح ایک دوسرے کو کھا لیں - تب ہاتھ جوڑ کر پھر اس گورنمنٹ کو اپنے ملک میں لاویں گے - انسان کے لئے امن اور عافیت کی زندگی اور عادل سلطنت کے زیر سایہ رہنا بڑی چیز ہے گویا اُسے دنیا میں بہشت ہے اور جن حکومتوں کے ماتحت جان و مال ہر دم خطرہ میں ہے وہ اگرچہ مسلمان کہلاویں لیکن اُنکا وجود

آرام دہ نہیں ہے ہم لوگوں کی یہ خوش قسمتی ہے کہ ہم کو ایسے حکام ملے ہیں جو حکومت کی کرسی پر بیٹھ کر مذہبی رعائتوں کو طاق پر رکھدیتے ہیں اور جو تقاضا انصاف اور عدالت کا ہے وہی کرتے ہیں مجھے اس بات کے لکھنے سے خوشی ہے کہ میرے پاس اس دعوے پر ایک نظیر بطور ثبوت کے ہے جسپر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ انگلش افسروں کی کسقدر نیتیں نیک ہیں اور وہ کسقدر عدالت اور انصاف کے دل دادہ ہیں اور وہ یہ ہے کہ چند سال ہوئے ہیں کہ ایک مشنری صاحب نے جنکا نام ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک ہے ایک جھوٹا مقدمہ اقدام قتل کا میرے پر دائر کیا میرا خیال ہے کہ یہ انکا گناہ نہیں تھا بلکہ بعض عیسائیوں نے انکو دہوکا دیا تھا پھر وہ مقدمہ کپتان ڈگلس ڈپٹی کمشنر گورداسپور کی عدالت میں جو حال میں دہلی کے ڈپٹی کمشنر ہیں تحقیقات ہوتا رہا صاحب موصوف نے اُس مقدمہ پر پوری توجہ سے غور کی اور کئی دنوں کی کوشش کے بعد معلوم کر لیا کہ یہ مقدمہ محض دروغ اور سراسر بہتان ہے۔ تب اسکو خارج کیا اور مجھے پوری صفائی سے بری فرمایا۔ اس مقدمہ کے دیکھنے والے ہزارہا آدمی تھے جاہلوں کو یہ خیال تھا کہ ایک مشنری کا مقدمہ اور انگریز کے پاس ہے وہ بہر حال اس مشنری کی رعایت کرے گا۔ لیکن جس روز وہ مقدمہ خارج کیا گیا اُس دن لوگوں کے موںہہ سے بے اختیار نکلتا تھا کہ درحقیقت انگریز ایک ایسی قوم ہے کہ جو انصاف کو مد نظر رکھتے ہیں۔ اور میں چونکہ خوب جانتا تھا کہ یہہ محض بے اصل اور قابل شرم بہتان تھا اور میرا صرف خدا پر بھروسہ تھا اس لئے اس مقدمہ کے راست راست فیصلہ ہونے سے میرا اعتقاد انگریزی سلطنت کے عدل پسند حکام کی نسبت زیادہ بڑھ گیا۔ اور میں نے سمجھ لیا کہ یہ انگریز حکام صرف عدل پسند ہی نہیں ہیں بلکہ خدا نے انکو عقل ایسی دی ہے کہ مخفی حقیقت کی تہ تک پہونچ جاتے ہیں۔ یہ امر بہت مشکل ہے کہ جب ایک حاکم کے سامنے ایسا مدعی آوے جو اسکی قوم کا بزرگ اور قابل تعظیم اور جنٹلمین ہو اور مقابل میں میرے جیسا ہو جو دنیا سے الگ جسپر ایک طرف بباعث فرقہ جدیدہ ہونیکے قوم ناراض ہے اور دوسری طرف ایک فرقہ جدیدہ کا بانی ہونا انتظاماً بھی نگرانی کے لائق ہے پھر پوری پوری عدالت سے کام لیا جائے میں نہیں سمجھ سکتا کہ اسکی نظیر ابھی تک کسی دوسرے فرقہ میں موجود ہے۔ اور نہ میں اسکا قائل ہو سکتا ہوں جب تک کہ اس کو دیکھ نہ لوں۔ پس جس قوم میں ایسے عدل پسند حکام ہیں جو فیصلہ کیوقت خدا سے ڈرتے ہیں اور عدالت کو ہر ایک تعارف پر مقدم رکھتے ہیں۔ اور اپنی قوم کے بزرگوں کی بھی عدالت میں رعایت نہیں کرتے۔ انکا سچا وفادار نہ ہونا میں نہیں سمجھ سکتا کہ اُس سے زیادہ کوئی بدبختی اور شقاوت ہو۔ میں نے اس نمونہ کو جو کپتان ڈگلس کی عدالت میں دیکھا ضائع نہیں کیا بلکہ ایک کتاب اسکے نام پر تالیف کر کے شائع کر دی۔ اور میں جانتا ہوں کہ صدہا سال تک یہہ عادلانہ

کارروائی میری جماعت کو یاد رہے گی۔

باوا نانک صاحب کا چولا

یہ چولا جسکو سکھ تعظیم کے سبب سے چولا صاحب پکارتے ہیں ڈیرہ نانک (پنجاب) میں ایک خاص مکان میں رکھا ہوا ہے جو صرف اس تبرک کے لئے تعمیر کیا گیا ہے۔ یہ ایک سوتی کپڑہ ہے اور بعض بعض کناروں پر کچھ سرخی نما ہے۔

کتاب ساکھی چولا صاحب سے یہ ثابت ہے کہ جب باوا نانک صاحب کا انتقال ہوا تو یہ چولا انگد صاحب کو جو پہلے جانشین باوا صاحب کے تھے ملا جسکو اُنہوں نے گدّی پر بیٹھنے کیوقت سر پر باندھا اور ہمیشہ بڑی تعظیم و تکریم کے ساتھ اپنے پاس رکھا۔ چنانچہ پانچویں گرو ارجنداس صاحب کے وقت تک ہر ایک گرو اپنی گدی نشینی کیوقت اِسکو مبارک سمجھ کر سر پر رکھتا رہا اور انمیں ایک فرض کی طرح یہ عادت تھی کہ بڑے بڑے درباروں میں اور عظیم الشان مہموں کے وقت یہ چولا سر پر رکھتے اور اس سے برکت ڈھونڈھتے۔ ایک مرتبہ ارجنداس صاحب کیوقت میں امرتسر کا تالاب بن رہا تھا اور بہت اخلاص مند سکھ اسکی کھودنے میں معروف تھے تو ایک شخص طوطارام جو زمین کھودنے میں لگا ہوا تھا اور ارجن داس صاحب سے بہت ہی اعتقاد رکھتا تھا اُسکے اخلاص کو ارجنداس صاحب نے دیکھ کر اُسے کہا کہ میں تجھ سے خوش ہوں اسوقت جو کچھ تو نے مجھ سے مانگنا ہے مجھ سے مانگ اُس نے کہا کہ مجھے سکھی دان دو یعنی ایسی چیز دو جس سے مجھے دین کی ہدایت ہو تب ارجن صاحب سمجھ گئے کہ یہ چولا مانگتا ہے کیونکہ سچے دین کی ہدائتیں اسی میں موجود ہیں تو اُنہوں نے کہا کہ تو نے تو ہمارے گھر کی پونجی ہی مانگ لی پھر سر سے اُتار کر اُسکو چولا دیدیا کہ لے اگر ہدایت چاہتا ہے تو سب ہدائتیں اسی میں ہیں لیکن پھر وہی چولا ایک مدّت کے بعد کابلی مل کو جو باوا نانک صاحب کی اولاد میں سے تھا ملگیا اور ابتک بمقام ڈیرہ نانک ضلع گورداسپورہ پنجاب اُنہیں کی اولاد کے پاس موجود ہے۔

یہ چولا نانک صاحبکو کہاں سے اور کیونکر ملا اسکی اصلیت سکھوں کی ایک روایت میں اسطرح پر بیان کیگئی ہے یہ روایت بالا کی جنم ساکھی میں جو انگد کی ساکھی کے نام سے مشہور ہے یوں آئی ہے۔

"عرب کے بادشاہ کے ساتھ جو قصہ گذرا

ترجمہ - ایک زمانہ میں مردانہ نے گوروجی کے سامنے ادب سے عرض کی - اے سچے بادشاہ عرب کا ملک کیسا ہے - سری گوروجی نے کہا مردانہ تو دیکھنا چاہتا ہے تو تجھے دکھلائیں گے - تب پھر گوروجی نے مجھے فرمایا کیوں بھئی مردانہ کیا مرضی ہے میں نے عرض کی جو آپکی رضا ہو تب سری نانک صاحب وہاں سے چلکر عرب کے ملک میں پہونچے اُس ملک کے بادشاہ کا نام لاجورد مشہور تہا اور بہت ظلم کرتا تہا رعیت بڑی تنگ تہی - اور جو کوئی ہندوستان سے اس ملک میں جاتا اُسکو قتل کردیا کرتا تہا اس ملک میں یہی دہوم مچ رہی تہی جب تمام لوگ بہت تنگ ہوئے تو پرمیشر کے آگے عاجزی سے دُعا کی تو انکی عاجزی کی دعا بارگاہ میں قبول ہوئی - تب خدا کی بارگاہ سے بابے نانک جی کو آسمانی ندا ہوئی - اے نانک میں تجہہ سے بہت خوش ہوں اور ایک خلعت تجھکو عطا ہوتا ہے - تب گوروجی نے عرض کیا کہ اے وحدہٗ لاشریک جو تیری رضا ہو - تب گوروجی نے مراقب ہوکر خدا تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا - تب ایک خلعت مرحمت ہوا اور اُس خلعت پر قدرت کے حرف عربی ترکی فارسی ہندی سنسکرت میں لکھے ہوئے پانچوں قسم موجود تہی - تب سر گوروجی وہ خلعت پہن کر اُس شہر کے دروازہ کے باہر جا بیٹھے سات دن گذرنے کے بعد لوگوں نے کہا کہ بہائیو ایک ایسا درویش بیٹھا ہے کہ جسکی خلعت پر قدرتی قرآن کے تیس سیپارے لکھے ہوئے ہیں جب اُن لوگوں نے غور سے دیکھا تو بادشاہ کو خبر دی کہ اے بادشاہ ہمارے شہر کے باہر ایک درویش ایسا بیٹھا ہے کہ جسکے گلے میں ایک خلعت ہے اُس خلعت پر تیس سپارے قرآن کے لکھے ہوئے ہیں - تب بادشاہ نے وزیر سے کہا کہ اس درویش کے جسم سے وہ خلعت اُتار لاؤ - تب وزیر نے جاکر کہا کہ اے درویش یہ خلعت اُتار کر ہمیں دیدے کہ ہمارا بادشاہ طلب کرتا ہے بادشاہ کی عدول حکمی نہیں چاہیئے - ورنہ آپکو سزا دیگا تب یہ بات سُنکر سری بابے جی نے کہا کہ اگر بہائیو تم سے اُتر سکتا ہے تو اُتار لو جب سری بابے جی نے یہ فرمایا تو جسقدر لوگ وزیر کے ساتھہ تھے سب کے سب سری بابے جی کی طرف دوڑے لیکن وہ قدرتی خلعت اور قدرتی کپڑا اور قدرتی پہنایا ہوا - وحدہٗ لاشریک کا عطیہ اُن جہوٹے لوگوں سے کیونکر اُتر سکتا تہا بہت کچہہ جتن کیا نہ کہینچنے سے اُترا نہ پہاڑنے سے پہٹکر اُترا تو سب لوگ حیران رہ گئے" - اس کے بعد بیان کیا گیا ہے کہ بادشاہ نے مختلف طریقوں سے کوشش کی کہ چولہ کو باوا صاحب کے گلے سے اُتار لے مگر وہ ایسا نہ کرسکا - کیونکہ چولا خدا کی طرف سے نانک صاحب کو ملا ہوا تہا -

بعض تفصیلات کو چھوڑ کر اس روایت کی سچائی میں کوئی شبہ معلوم نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی امر کہ یہ چولا آسمان سے اترا تہا اور خدا نے اُسکو اپنے ہاتہہ سے لکہا تہا۔ اسکو ناقابل اعتبار ٹھہراتا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کی قدرتیں بے انتہا ہیں اور انکی کسی نے حد بست نہیں کی۔ کون انسان کہہ سکتا ہے کہ خدا کی قدرتیں صرف اتنی ہی ہیں اور اس سے آگے نہیں۔ اور یہ بہی ممکن ہے کہ باوا صاحب کو یہ قرآنی آیات الہامی طور پر معلوم ہوگئی ہوں اور اذن ربی سے لکہی گئی ہوں۔ لہذا بموجب آیت مارمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ وہ سب فعل خدا تعالیٰ کا فعل سمجہا گیا ہو کیونکہ قرآن شریف آسمان سے نازل ہوا ہے اور ہر ایک ربانی الہام آسمان سے ہی نازل ہوتا ہے۔ دین اسلام درحقیقت سچا ہے اور اسکی تائید میں خدا تعالیٰ بڑے بڑے نشان دکہلاتا ہے جو شخص خدا تعالیٰ کو ڈہونڈتا ہے اور سرگرمی اور اخلاص سے اسکی راہ میں قدم اُٹہاتا ہے وہ اپنا خوبصورت چہرہ اسکو دکہاتا ہے۔ اور اسکے چہرہ کا نظر آنا یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کے عجیب در عجیب کام اور نشان اُسکو دکہلائے جاتے ہیں۔ نانک اس تلاش میں نکلا اور حق کی طلب میں ایک پرند کی طرح ملک بملک پرواز کرتا پہرا اور اپنی عمر کو اس راہ میں وقف کر دیا۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے اسکا صدق دیکہکر اسکو ضائع نہ کیا بلکہ وہ چولا اسکو عطا کیا جسپر تمام قدرت کے نقوش ہیں تاکہ اسکا اسلام پر یقین بڑہ جائے اور سمجہہ آجائے کہ بجز لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے اور کوئی سبیل نجات نہیں سو اُس نے اس چولہ کو اسی غرض سے پہنا کہ تا اس چولے کو اپنی نجات کا ذریعہ قرار دے اور تمام دنیا کو اپنے اسلام پر گواہ کردے۔

یہ تو چولہ کی وہ تاریخ ہے جو جنم ساکہیوں میں دی ہوئی ہے اور اسجگہ سے یہ بھی پتہ ملتا ہے کہ چولہ پر پانچ مختلف زبانوں کے حروف ہیں۔ لیکن کوئی یہ نہ کہہ سکتا تہا کہ وہ لفظ کیا ہیں۔ چونکہ چولہ کی ابتدا سے ہی بہت شہرت تہی اور اسکو بہت متبرک خیال کیا جاتا تہا۔ اس لئے ابتدا سے ہی اسپر غلاف چڑہنے شروع ہوگئے اور بڑے بڑے راجہ اور رئیس اسپر نہایت بیش قیمت غلاف بطور نذر کے چڑہاتے رہے یہانتک کہ کئی سو غلاف ہوجانیکے سبب آخر کار نتیجہ یہہ ہوا کہ چولہ کے اصل الفاظ کو کوئی شخص نہ دیکہہ سکتا تہا۔ اسیوجہ سے بہت مدت سے یہ رسم چلی آتی ہے کہ چولہ کی زیارت کرنیوالوں کو صرف اسکا ایک چھوٹا سا کونہ دکھایا جاتا ہے اور باقی سارا اسی طرح چھپا رہتا ہے۔ جو حصہ دکہایا جاتا ہے اسکے حروف بہ سبب بار بار ہاتہوں کے نیچے آنیکے صاف نہیں پڑہنے جاتے اسطرح جبپر وہ الفاظ جو چولہ پر لکہے ہوئے تہے اور جنکے متعلق معتبر روایت یہ چلی آتی تہی کہ وہ

قدرت کے ہاتھ کے لکھے ہوئے ہیں بالکل ایک راز کی صورت میں ہو گئے اور عام طور پر یہ خیال مشہور ہو گیا کہ تمام مذاہب کی مقدس کتابوں کی آئتیں چولہ پر لکھی ہوئی ہیں۔ اس راز کو کھولنے کے لئے ۳۰ ستمبر ۱۸۹۵ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مع اپنے رفقا کے سفر اختیار کیا اور اس سفر میں خدا تعالیٰ نے امید سے بڑھکر کامیابی دی۔ محافظین چولہ کے ساتھ خاص انتظام کے سبب سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو چولہ کے دیکھنے کا وہ موقعہ ملا جو اس سے پہلے کبھی کسی کو نہ ملا تھا۔ اور چولہ کے ان الفاظ پر اطلاع ہو گئی جو بہت مدت سے کسی نے نہ دیکھے تھے۔ پردے اُٹھاتے اُٹھاتے ایک جگہ یہ نکل آیا **اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمداً عبدہٗ و رسولہ** پھر شیخ رحمت اللہ صاحب نے اتفاقاً دیکھا کہ چولہ کے اندر کچھ گرد و غبار سا پڑا ہے اُنھوں نے تب بڈھے کو کہا کہ چولہ کو اس گرد سے صاف کرنا چاہیئے لاؤ ہم ہی صاف کر دیتے ہیں یہ کہہ کر باقی تہیں بھی اُٹھا دیں اور ثابت ہو گیا کہ تمام قرآن ہی لکھا ہے اور کچھ نہیں۔ کسی جگہ سورۃ فاتحہ لکھی ہوئی ہے اور کسی جگہ سورۃ اخلاص اور کسی جگہ قرآن شریف کی یہ تعریف تھی کہ **قرآن خدا کا پاک کلام ہے اسکو ناپاک لوگ ہاتھ نہ لگاویں** معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اسلام کے لئے باوا صاحب کا ایسا سینہ کھول دیا تھا کہ اللہ اور رسول کے عاشق زار ہو گئے تھے۔ غرض باوا صاحب کے اس چولہ سے نہائت قوی روشنی اسبات پر پڑتی ہے کہ وہ دین اسلام پر نہائت ہی فدا ہو گئے تھے اور وہ اس چولہ کو اسی غرض سے بطور وصیت چھوڑ گئے تھے کہ تا سب لوگ اور آنیوالی نسلیں اُنکی اندرونی حالت پر زندہ گواہ ہوں اور ہم نہایت افسوس کے ساتھ لکھتے ہیں کہ بعض مفتری لوگوں نے یہ کیسا جھوٹھ بنا لیا کہ چولے پر سنسکرت اور شاستری لفظ اور زبور کی آئتیں بھی لکھی ہیں یاد رہے کہ یہ بالکل جھوٹ اور سخت مکروہ افترا پردازی ہے اور کسی شریر انسان کا کام ہے نہ پہلے ماتس کا سنسکرت کا ایک حرف تک نہیں بلکہ تمام چولہ پر قرآن شریف اور کلمہ طیبہ اور کلمہ شہادت لکھا ہوا ہے اور بعض جگہ آیات کو حرف ہندسوں میں لکھا ہوا ہے مگر زبور اور سنسکرت کا نام و نشان نہیں ہر ایک جگہ قرآن شریف اور اسماء الٰہی لکھے ہیں جو قرآن شریف میں ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ جھوٹ صرف اس لئے بنایا گیا کہ تا لوگ یہ سمجھہ جاویں کہ چولا صاحب پر جیسا کہ قرآن شریف لکھا ہے وید بھی لکھا ہوا ہے مگر ہم بجز اس کے کیا کہیں کہ لعنت اللہ علی الکاذبین باوا صاحب تو چولہ میں صاف گواہی دیتے ہیں کہ بجز دین اسلام کے تمام دین جھوٹے اور باطل اور گندے ہیں۔

یہ خیال کہ چولہ پر آیات قرآنی کا لکھے ہوئے ہونا محض ایک اتفاقی امر ہے واقعات کے رو سے باطل اور لغو ٹھہرتا ہے۔ چولہ پر آیات قرآنی لکھہ کر اسکو پہنے پھرنا صاف اس امر کی شہادت دیتا ہے کہ اس سے باوا نانک صاحب کی غرض سوائے اس کے کچھہ نہ تھی کہ تمام لوگ اُنکے اسلام پر اطلاع پالیں صرف مونہہ سے کلمہ شہادت پڑھنے سے تو سننے والے ہی اُنکو مسلمان سمجھہ سکتے تھے لیکن چولہ پر وہی کلمہ لکھہ کر پہننے سے جہاں کہیں جاتے ہوں گے فی الفور مسلمان پہچان لیئے جاتے ہونگے۔ علاوہ اس کے یہ امر بھی قابل غور ہے کہ چولہ پر آیات وہ درج ہیں جنمیں مذہب اسلام کی صداقت اور تمام دیگر مذاہب کا بطلان ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں کہیں ہندوں کے مکانوں پر باوا نانک صاحب جاتے تو ہندو لوگ اُنکے جانے کے بعد اسکو گوبر وغیرہ سے اپنے نزدیک پاک کر لیتے تھے۔ خدا کیطرف سے اس چولہ کا دیا جانا بھی اسی امر کی تائید کرتا ہے کہ یہ چولہ باوا صاحب خاص غرض کے لئے پہنا کرتے تھے۔ ورنہ ایک ہندو کیونکر ایسے چولہ کو پہن سکتا ہے جسپر قرآنی آیات اور اس کے اپنے مذہب کی تردید لکھی ہوئی ہو۔ بلکہ نانک صاحب نے تو اپنی حالت کا اظہار بھی چولہ کے ان الفاظ میں کر دیا تھا لا اله الا انت سبحانك انی کنت من الظالمین اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہندو مذہب کو قطعی طور پر چھوڑ چکے تھے۔ علاوہ ازیں چولہ ہی ایک ایسی چیز ہے جس سے یقینی طور پر نانک صاحب کے مذہب کا پتہ لگ سکتا ہے۔ اور باقی باتیں بہت تغیر و تبدل ہو کر ہم تک پہنچی ہیں حالانکہ چولہ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی بلکہ یقینی طور پر یہ وہی چولا ہے جو باوا صاحب نے پہنا ہوا تھا۔

غرض اسبات کے ثبوت کے لئے کہ چولہ درحقیقت نانک صاحب کیطرف سے ہی ہے یہ وجوہ کافی اور شافی اور تسلی بخش ہیں کہ اسی چولا کا ذکر انگد اور بالا کی اس جنم ساکھی میں مذکور ہے جو اُسی زمانہ میں تالیف ہوئی۔ پھر دوسرا ثبوت وہ کتاب ہے جو کابلی مل کی اولاد کے ہاتھہ میں ہے جسکا نام چولا ساکھی ہے جسمیں لکھا ہے کہ یہ چولہ نانک صاحب کو خدا تعالیٰ کیطرف سے ملا تھا اور جتنے گورو بعد میں ہوئے ہیں سب کا اس چولہ سے برکت ڈھونڈنا اس میں مذکور ہے یہ دوسرا ثبوت اسبات پر ہے کہ چولا خود نانک صاحب کا ہی تھا جسکی نسبت ابتدا سے یقین کیا گیا تھا کہ اسمیں بہت سی برکتیں ہیں اور خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ تیسرا ثبوت یہ ہے کہ چولہ کی تعظیم اور تکریم برابر چار سو برس سے چلی آتی ہے پس یہ عملی حالت جو ہر ایک زمانہ میں ثابت ہوتی چلی آئی ہے جسکے ساتھہ پرانے زمانہ سے میلے اور جلسے بھی ہوتے چلے آئے ہیں اور راجوں اور امیروں کا اُسپر دشالے چڑھانا ثابت ہوتا چلا آیا ہے یہ ثبوت بھی نہائت اعلیٰ درجہ کا ثبوت ہے۔

اب ایک اور ضروری سوال پیدا ہوتا ہے یعنی یہ کہ آیا چودہ کی اس حقیقت کا کھلنا محض ایک اتفاقی امر ہے ؟
اس سوال کے جواب کے لئے ہمیں یہ اقرار کرنا پڑتا ہے کہ یہ اتفاقی امر نہیں بلکہ عین خدا تعالیٰ کے منشا کے مطابق اپنے وقت پر اس امر کا اظہار ہوا اور اُسکے قدیم ارادہ کے موافق یہ سب کچھ ظہور میں آیا- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعثت کی قرآن کریم نے دو غرضیں قرار دی ہیں اول تکمیل ہدایت اور دویم تکمیل اشاعت ہدایت- چنانچہ ان ہر دو اغراض کے متعلق قرآن شریف میں دو الگ الگ آئتیں موجود ہیں چنانچہ ایک جگہ تو فرمایا الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی- اور دوسری جگہ فرمایا ھوالذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ- ان دونوں آئتوں پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ انمیں جو دو مقصد بعثت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کئے گئے ہیں اُنکی تکمیل کا وقت بھی الگ الگ رکھا ہے- چنانچہ ایک جگہ تو فرمایا کہ میں نے تمہارا دین آجکے دن کامل کر دیا ہے اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دی ہیں اور اسطرح پر ماضی کے صیغہ میں اسکو بیان کر کے یہہ بتلا دیا کہ تکمیل ہدایت تو ہوگئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی غرض اول آپکی اسی زندگی میں پوری ہوگئی- لیکن دوسری غرض کی تکمیل کے متعلق بیان کرتے وقت آئندہ زمانہ کا حوالہ دیا گیا ہے چنانچہ اس آیت لیظھرہ علی الدین کلہ کی تفسیر میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس مقصد کی تکمیل مسیح موعود کے وقت میں ہوگی یا دوسرے لفظوں میں یہ کہ یہ بھی غرض بعثت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے مگر اسکی تکمیل کا وقت آنحضرتؐ کی آمد اول میں نہیں بلکہ آمد ثانی میں ہوگا- اسطرح پر دونوں اغراض کے متعلق آیات پر غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ غرض اول یعنی تکمیل ہدایت تو ہو چکی مگر تکمیل اشاعت ہدایت ابھی باقی تھی اور اسکی متعلق خدا تعالیٰ کا ارادہ تھا کہ وہ آخری زمانہ میں آنحضرتؐ کی آمد ثانی میں پوری ہو- اسی آمد ثانی کیطرف قرآن شریف کے دیگر مقامات میں بھی اشارہ ہے چنانچہ آیت وآخرین منھم الخ کا بھی یہی منشا ہے- مگر اس آمد ثانی کے معنے آنحضرتؐ نے خود بتا دئے ہیں کہ مسیح موعود کی آمد ہوگی- یعنی ایسے شخص کی آمد جو آپکے اتباع کمال اور آپکی محبت تامہ میں فنا ہونے کیوجہ سے گویا آپ ہی کا مظہر ہوگا- اس لئے یہ ابتدا سے مقدر تھا کہ آخری زمانہ میں ایک ایسا آدمی پیدا ہو جو تکمیل اشاعت ہدایت کی غرض کو پورا کرے یعنی تمام مذاہب کا بطلان ثابت کر کے اسلام کی سچائی کو ساری دنیا پر ظاہر کرے اس غرض کی تکمیل کے لئے خدا تعالیٰ نے وہ تمام اسباب اسد

ذرائع پیدا کر دیئے ہیں جنکے ذریعہ یہ غرض پوری ہو سکتی ہے۔

اس غرض کی تکمیل کے لئے عین اسوقت پر جو پیشگوئیوں کے حساب سے ہوتا ہی مسیح موعود عین انتظار کیجاتیں ظاہر ہوا ہے تاکہ مذاہب باطلہ کی غلطیاں اور اسلام کی صداقت ظاہر کرے۔ اسی وعدہ کے پورا کرنیکے لئے خدا تعالیٰ نے مسیح موعود کے ذریعہ سے عین وقت پر چولے کی حقیقت کو ظاہر کیا ہے۔ جسطرح مسیح کی قبر کے دریافت ہونیسے عیسائی مذہب کے شہتیر کفارہ اور دوبارہ جی اٹھنا یکدفعہ ٹوٹ کر گر گئے ہیں اسیطرح چولہ کی حقیقت کھلنے سے سکھ مذہب کا یہہ غلط خیال کہ باوا نانک صاحب سوائے اسلام کے کسی اور مذہب کو بھی ٹھیک سمجھتے تھے جڑھ سے اُکھڑ گیا ہے۔ یہ بجائے خود ایک بڑا معجزہ ہے کہ باوجودیکہ چولا ایسے شخصوں کے ہاتھہ میں رہا جنکو اللہ اور رسول پر ایمان نہ تہا۔ اور ایسی سلطنت کا زمانہ اسپر آیا جس میں تعصب اسقدر بڑہ گئے تہے کہ بانگ دینے پر بھی خون کئے جاتے تھے۔ وہ ضائع نہیں ہوا اگر خدا تعالیٰ کا ہاتہہ اسپر نہ ہوتا تو ان انقلابوں کیوقت کب کا نابود ہو جاتا۔ مقدر تہا کہ وہ اس زمانہ تک رہتا اور اسکے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق اسلام کی سچائی ظاہر ہوتی۔ خدا تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت نے چاہا کہ ایک وقت تک یہ امر پوشیدہ رہے اور سکھوں کی جہالت اور بھی اسکی موید ہو گئی اور پہر اپنے وقت پر اسکی اصل حقیقت کا اظہار ہو۔ اور اس اظہار کے ذریعہ سے اسلام کی صداقت کا اظہار ہو اور اشاعت ہدایت کی وقت مقرر پر تکمیل ہو۔ غرض جس طرح چولہ خدا کیطرف سے آیا تہا اور خدا کے ہاتہہ سے اسپر الفاظ لکھے گئے تھے اسی طرح پر حکمت و مصلحت الٰہی کا ہی یہ تقاضا تہا کہ اس کے الفاظ ایک وقت تک پوشیدہ رہ کر عین وقت پر پیشگوئی کے مطابق ظاہر ہوں۔ اور اسلام کی صداقت کی ایک عظیم الشان دلیل ٹھہریں باوا نانک صاحب کا چولا اور حضرت مسیح کی قبر اسلام کی سچائی پر دو عظیم الشان گواہ ہیں اور اسوقت پر انکا ظاہر ہونا حضرت مسیح موعود کی صداقت کے ویسے ہی بڑے نشان ہیں۔

نوٹس اور ریویوز

ایپی فینی۔ ذنب اور استغفار کے معنوں پر جو اس رسالے کے کسی نمبر میں بیان کئے گئے تھے عیسائیوں کے اس پرچہ میں دیر سے بحث چھڑی ہوئی ہے۔ بڑی بات ان الفاظ کے معانی کے متعلق جو یاد رکھنے کے لایق ہے یہ ہے کہ قرآن کریم کی ان اصطلاحوں کے معانی کا فیصلہ صرف قرآن کریم سے ہی ہو سکتا ہے۔ جو باریک فرق ذنب جرم وغیرہ مختلف الفاظ کے معانی میں قرآن کریم نے مدنظر رکھے ہیں بسبب اسکے کہ نزول قرآن سے پہلے اس قسم کی اصطلاحیں ہی نہ تھیں انکا قرآن کریم سے پہلے کہیں پتہ لگانا عبث کوشش ہے بلکہ ہم کو یہ دیکھنا چاہیئے کہ قرآن شریف نے کیونکر ان الفاظ کو استعمال کیا ہے اور انکے معانی میں کیا فرق رکھا ہے۔ چنانچہ ہمنے بہت وضاحت کے ساتھ اس امر کو بیان کیا تھا کہ ہر ایک ذنب کے لئے سزا کا وعید نہیں ہے اور پھر یہ لکھا تھا کہ ہر مجرم کے لئے سزا کا وعید ہے اور پھر یہ بیان کیا تھا کہ کسی نبی کے حق میں جرم کا لفظ بیان نہیں کیا گیا۔ بلکہ انبیاء کے لئے صرف ذنب کا لفظ بولا گیا ہے۔ اب ہر ایک عقلمند سوچ سکتا ہے کہ اس میں کیا ستر ہے کہ قرآن شریف انبیاء کے لئے وہ لفظ استعمال کرتا ہے جسکے متعلق سزا کا وعید نہیں اور وہ لفظ استعمال نہیں کرتا جسکے لئے سزا کا وعید ہے کیا اس سے یہ صاف نہیں پایا جاتا کہ قرآن کریم انبیاء کو کسی ایسے فعل کا مرتکب نہیں ٹھیراتا جسپر سزا کا وعید ہو۔ یا بالفاظ دیگر انکو گناہ کا مرتکب نہیں ٹھیراتا کیونکہ گناہ ایسے فعل کا نام ہے جس میں خدا کی نافرمانی ہو اور جسپر سزا عائد ہوتی ہو۔ اسطرح پر انبیاء کی عصمت کا مسئلہ صاف طے ہو جاتا ہے۔ مگر عیسائی نامہ نگار جو ایپی فینی میں لکھتے ہیں وہ ان ہر سہ امور تنقیح طلب کو جو ہم نے ذنب کے معنوں کا فیصلہ کرنے کے لئے اوپر بیان کئے ہیں عموماً چھوڑ کر ایسا پہلو گریز کا اختیار کرتے ہیں جس میں ان سوالوں کا سامنا نہ ہو۔ ہاں بعض نے اسطرف توجہ کی ہے مگر انہوں نے ایسے لغو جواب دئے ہیں کہ انکے اعتراضوں پر مفصل بحث کرنیکی کچھ ضرورت نہیں۔ چنانچہ پہلے امر پر کہ ذنب پر سزا کا وعید نہیں چند ایسی آیتیں پیش کی جاتی ہے جن میں یہ بیان ہے کہ خدا تعالیٰ نے بعض قوموں کو یا لوگوں کو ان کے ذنب کے لئے سزا دی۔ لیکن اگر ان مضمون نویسوں نے عمداً یہ دھوکا

نہیں دینا چاہا تو ہمیں انکی عقل پر افسوس ہے۔ کیا اس بیان سے کہ کسی ایک آدمی کو اسکے ذنب کے لئے سزا دی گئی کوئی عقلمند یہہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ ہر ایک مذنب کے لئے سزا کا وعید ہے۔ یہ جھوٹا منطق ہے کسی ایک آدمی کو سزا دیے جانے سے یہ نتیجہ ہرگز نہیں نکلتا کہ ہر ایک ذنب پر سزا کا وعید ہے۔ دوسرے اور تیسرے امر کے جواب میں یہ کہا گیا ہے کہ جرم کا لفظ قرآن شریف میں کسی کے حق میں بھی نہیں بولا گیا۔ یہ پادری صاحبان کی عربی زبان سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے کہ ایسا پوچ اعتراض کیا ہے ہم پوچھتے ہیں کہ کسی شخص کو گنہگار کہنے سے لفظ گناہ اسکے حق میں بولا جاتا ہے یا نہیں۔ پھر مجرم کہنے سے کیوں جرم کا لفظ ایسے شخص کے حق میں عائد نہ ہوگا۔ اب یہی لفظ مُجرم بار بار قرآن شریف میں استعمال ہوا ہے اور انبیاء کے حق میں کبھی نہیں بولا گیا۔ اسی طرح پر الفاظ اجرام۔ اجرموا۔ تجرمون جن سب کے معنے جرم کرنے کے ہیں بار بار قرآن شریف میں استعمال ہوئے ہیں۔ لیکن ایک موقعہ پر بھی انبیاء کے حق میں انمیں سے کوئی لفظ نہیں دکھایا جا سکتا۔

عیسائی پرچہ کے بعض نامہ نگاروں نے یہ پہلو بحث کا اختیار کیا ہے کہ تفسیروں میں سے بعض حوالے نکال کر پیش کئے ہیں جہاں بعض انبیاء کے گناہوں کا ذکر ہے مگر قرآن کریم پر بحث نکرنی اور تفسیروں کے حوالے دینے نہایت قابل افسوس امر ہے۔ بحث کے لئے تو ضروری ہے کہ قرآن شریف کو ہی پیش کیا جاوے کیا بائبل کی تفسیروں میں جو جو لغو باتیں بھری پڑی ہیں ان سب کو عیسائی تسلیم کرتے ہیں اگر نہیں تو پھر اپنے مخالفین سے کیوں ایسا مطالبہ کرتے ہیں جسکی جوابدہی کیلئے وہ خود تیار نہیں۔ باقی رہا انبیاء کے وہ افعال جو عیسائی صاحبان کے نزدیک قابل اعتراض ہیں سو انکا فیصلہ اسطرح سے ہو سکتا ہے کہ پہلے حضرت عیسیٰؑ کے جو اس قسم کے افعال ہیں انکا جواب دیا جاوے جبتک انکا کوئی شافی وکافی جواب نہ دیا جاوے گا تب تک ایسا اعتراض شرم کی جگہ ہے۔ کیا حضرت عیسیٰؑ کے متعلق یہ انجیلوں میں نہیں لکھا کہ وہ شراب پیتے تھے۔ شراب بناتے تھے (خواہ معجزہ سے ہی سہی) وعدہ کا ایفا نہ کیا۔ والدین کی بے ادبی کی۔ خدائی کا دعوےٰ کیا۔ کنجری سے حرام کا تیل ملوایا۔ بدچال چلن کی عورتوں سے ملتے جلتے تھے۔ جو چیز شرعاً ممنوع تھی اور دوسرے کا مال تھا وہ اپنے حواریوں کو کھلائی ایک غریب آدمی کے مال کو تباہ کیا۔ اپنے بزرگوں کو گالیاں نکالیں۔ اور ایسا ہی اور بہت سے افعال کے

مرتکب ہوئے جو اُنکی معصومیت کو غلط ٹھہراتے ہیں۔ اور پھر ساتھ اس کے اس امر کو بھی مدِ نظر رکھہ لیں کہ اور نبیوں کی نسبت تو کہیں نہیں لیکن یسوع کے متعلق انجیل میں یہ لکھا ہے کہ خدائے تعالیٰ نے اسے چھوڑ دیا اور اسپر لعنت پڑی اور وہ دوزخ میں گیا اسکا سبب بھی بیان کرنا چاہیے کہ اگر یسوع بے گناہ تہا تو خدا نے اُسے کیوں چھوڑا اور اُس پر لعنت کیوں کی۔ اور دوزخ میں کیوں گیا۔

بینر آف اسلام

یہہ ایک نئے ہفتہ وار پرچہ کا نام ہے جسکے ایڈیٹر حامد سنو صاحب ہیں اور جسکا پہلا پرچہ ۱۰ دسمبر سنہ ۱۹۰۲ء کو شائع ہوا ہے اس پرچہ کی پالیسی اس کے اپنے الفاظ میں اس طرح بیان کی گئی ہی کہ باہمی جو فرقوں کے اختلاف ہیں اُنکو چھوڑ کر اسلام کے روح کی طرف لوگوں کو بلایا جاوے اور اس کا مدعا یہہ ہے کہ تمام فرقوں کو امیر المومنین کے ماتحت اکٹھا کیا جاوے۔ یہ بیان نہیں کیا گیا کہ یہہ غرض کس طرح سے حاصل ہوگی مگر پہلے دو نمبروں کے پڑہنے سے یہہ معلوم ہوتا ہے کہ اس رسالہ کا بڑا مضمون علاج بذریعہ توجہ ہوگا جو عام طور پر رائج ہے۔ اسلام کے متعلق اس پرچہ میں بعض ایسے بیان ہیں جو ہماری سمجھہ میں قابل اعتراض ہیں اور اس قسم کے بیانوں سے بجائے اسلام کو نفع پہونچنے کے نقصان پہونچنے کا احتمال ہے۔ چنانچہ پہلے ہی پرچہ میں لکھا ہے "ہم اس تعلق کو جواہت رائی عیسویت اور اسلام میں ہے دلی یقین سے تسلیم کرتے ہیں۔ اور اس تعلق کی نہایت عمدہ مثال یہ ہے کہ نماز عشار پانچویں اولوالعزم نبی عیسیٰ کی یادگار میں ہے اور خود اسلام لفظ عیسیٰ سلام سے مشتق ہے جسکے معنے ہیں عیسیٰ روح اللہ کی سلامتی"۔ ہمیں بڑا افسوس ہے کہ ایک ایسے پرچہ میں جو مسلمان کہلانے کا دعویدار ہو اس قسم کے بیانات شائع ہوں مگر ہم سمجھتے ہیں کہ اس کی وجہ عربی زبان سے ناواقفیت ہے اور عمداً یہہ قابل اعتراض بیان شائع نہیں کیا گیا۔ جس شخص کو ذرا بھی عربی زبان سے مس ہے وہ اس بات کو باسانی سمجھہ سکتا ہے کہ عیسیٰ اور عشا کو کوئی باہمی

تعلق نہیں کیونکہ یہہ لفظ حضرت عیسیٰ کی پیدایش سے ہزار ہا سال پہلے کا چلا آتا ہے۔ اور اس کے معنے رات کا پہلا حصہ ہیں اور اسی واسطے اسلامی شریعت میں رات کی نماز کے معنوں میں آیا ہے۔ ایسا ہی اسلام سلم سے مشق ہے جسکے معنے ہیں اطاعت کرنا۔ اسکو عیسیٰ سلام کے ساتھ ملانا جو عربی ترکیب نہیں ہے بالکل بیہودہ بات ہے اسلامی شریعت میں اسلام کے معنے ہیں اس طرح پر اپنے آپ کو خدا تعالےٰ کی رضا کے سپرد کر دینا کہ اپنی ساری خواہشیں اسی کے ماتحت کر دیجائیں۔ اور ہر ایک قول و فعل اسکی رضا کے مطابق ہو۔ قرآن کریم میں تمام انبیاء کا مذہب اسلام بیان کیا گیا ہے اور عیسیٰ کے وجود سے ہزار ہا سال پہلے سے چلا آتا ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ مینر آف اسلام اپنے ان بیانات کی بہت جلد ہی تردید شائع کریگا۔ ایسا ہی ایک اور بیان قابل اصلاح یہ ہے "نسطوری فرقہ اور نسطوری راہب بحیرہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کا سبب ہو گئے جو خود ایک ناصری تھے" اس قسم کے بیانات سخت مضر ہیں اس کے علاوہ اس پرچہ کے ایڈیٹر نے لفظ **روح اللہ** پر بھی ٹھوکر کھائی ہے۔ ان الفاظ کا منشار سوائے اس کے کچھ نہیں کہ قرآن کریم روحوں کے دو قسم بیان کرتا ہے ایک وہ روح جو خدا کی طرف سے ہوتے ہیں اور دوسرے وہ روح جو شیطان کی طرف سے ہیں یعنی جنکو شیطان سے تعلق ہوتا ہے حضرت عیسیٰؑ کو خدائی روح بیان کرنیکی غرض صرف اس کے شیطانی روح ہونے کی نفی کرنیکی تھی کیونکہ یہودیوں نے حضرت عیسیٰؑ اور اُنکی والدہ پر سخت بہتان باندہے تھے اور صدیقہ کی پاک دامنی پر تہمتیں لگائی تہیں۔ اُنکی تردید کے لئے قرآن شریف نے یہ بیان فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰ خدائی روح ہیں چونکہ دوسرے انبیاء پر ایسے اعتراض نہیں ہوئے اس لئے اُنکے حق میں ایسے لفظ نہیں بولے گئے۔

عیسویت کی روحانی موت:۔ اس کو اب تمام عیسائی تسلیم کرتے ہیں حال میں بہت ساری کتابیں لکھی گئی ہیں جن میں تسلیم کیا گیا ہے کہ واقعی عیسائی مذہب روحانی زندگی سے خالی ہے بڑے بڑے عیسائی مورخین نے اور کلیسیا کے بڑے بڑے عہدہ داروں نے صاف لفظوں میں اقرار کیا ہے کہ شراب خوری قمار بازی اور زنا جیسے عیسائیوں میں پائے جاتے ہیں دنیا کی کسی قوم میں نہیں پائے جاتے۔ مدراس کا اخبار کرسچین پیٹریٹ اپنے اخبار مورخہ ۱۳ ر دسمبر ۱۹۰۲ء

ہیں پادری ٹی واکر صاحب ایم۔ اے۔ سے نقل کرکے لکھتا ہے

"میں نے ایسے ایسے تامل اور دوسرے پادری دیکھے ہیں جو اس بات کے کہنے پر غصہ ہو جاتے ہیں کہ مذہب کی سچی تبدیلی بالکل شاذ و نادر اور بہت عرصہ کے بعد وقوع میں آتی ہے۔ اور پھر انہیں لوگوں کو جب علیحدہ طور پر پوچھا جائے تو اقرار کرتے ہیں کہ اُنکے ماتحت جو جماعتیں ہیں وہ روحانی طور پر مردہ اور نفسانی خواہشوں کے پیرو اور دنیا میں غرق ہیں .... جہانتک میری سمجھ ہے اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ معاملات کی حالت بالکل اطمینان بخش نہیں ہے میں نے ایک دفعہ ایک مشہور ہندوستانی پادری سے سوال کیا کہ ان بیس یا تیس جماعتوں میں سے جو اسکے ماتحت ہیں کس قدر آدمی ایسے ہیں جنکی نسبت وہ کہہ سکتا ہے کہ اُن میں روحانی زندگی ہے۔ وہ چُپ ہو گیا اور تھوڑی دیر تامل کرکے کہنے لگا کہ دو یا تین سے زیادہ نہیں۔ اور یقینی طور پر صرف ایک آدمی کی نسبت کہہ سکتا ہوں .... کیا یہ امر واقع نہیں کہ جو عیسائی ہمارے نقشوں میں پیش کئے جاتے ہیں وہ صرف نام کے عیسائی ہیں اور کیا یہ ٹھیک نہیں کہ ہماری جماعتیں اکثر مردہ اور بے روح اور ساکن ہیں۔"

یہ لفظ جو ایک بڑے پادری صاحب نے کہے ہیں عیسائی مذہب کی روحانی موت کا افسوسناک نقشہ پیش کرتے ہیں۔ اور علاوہ ازیں عیسائی اُس بات سے بھی انکار نہیں کر سکتے کہ جو نشان ایمانداروں کے انکی انجیل میں لکھے ہیں وہ اس موجودہ زمانہ میں انکے درمیان نہیں پائے جاتے۔ یہ تمام امور اس پر شاہد ہیں کہ واقعی عیسائی مذہب مر چکا ہے اور اب اس میں روحانیت باقی نہیں رہی۔ لیکن اسکی وجہ کیا ہے مسیح کے حواری تو روحانی طور پر مردہ اور ہلاک شدہ نہ کہلاتے تھے جیسا کہ اس زمانہ کے عیسائی لوگ اپنی نسبت اعتراف کرتے ہیں۔ اگر اب بھی مسیح زندہ ہوتا تو چاہیئے تھا کہ اس کا اثر اسی طرح پر دلوں پر محسوس ہوتا اور عیسائیت میں وہی روحانیت پائی جاتی لیکن عیسائیوں کے اپنے اقرار کے بموجب عیسائی مذہب کی یہ حالت نہیں ہے اس کا صاف نتیجہ یہ ہے کہ مسیح زندہ نہیں بلکہ فوت ہو چکا درحقیقت عیسائیت کی روحانی موت اس کے بانی کی موت کی عظیم الشان شہادت ہے۔

فرقہ احمدیہ کی ترقی

گذشتہ تین سال میں اس فرقہ نے حیرت انگیز ترقی کی ہے ۱۸۹۸ء میں اس کی تعداد صرف چند سو تک تھی مگر آج اس کا شمار ڈیڑہ لاکھ سے بھی زیادہ معلوم ہوتا ہے۔ اس ترقی کے اس حصہ کا ثبوت جو ان تین سال کے پہلے نصف حصہ میں ہوئی ہے کسی قدر مردم شماری کے کاغذات سے مل سکتا ہے اگرچہ وہاں بھی پوری تعداد اسوقت کے مطابق درج نہیں ہو سکی جسکی وجہ یہہ ہوئی کہ مردم شماری کا کام شروع ہونے کے بعد وہ اشتہار جاری کیا گیا جس کے رو سے اس فرقہ کا نام احمدیہ فرقہ رکہا گیا اور اس سے پہلے اس فرقہ کا نام کوئی مخصوص نہیں کیا گیا تہا۔ اس واسطے سب لوگ جو اس فرقہ کے پیرو تھے اس نام سے مطلع نہ ہو سکے۔ احاطہ بمبئی کی مردم شماری کی رپورٹ (ہندوستان کی مردم شماری ۱۹۰۱ء جلد ۹ بمبئی حصہ اول) سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف علاقہ بمبئی میں اس فرقہ کی تعداد ۱۱۰۸۷ تھی مگر فرقہ احمدیہ کا بہت بڑا حصہ پنجاب میں ہے جہاں سب سے زیادہ مسیح موعود علیہ السلام کی تبلیغ قبول ہوئی ہے اور بسبب نزدیکی کے لوگ زیادہ فائدہ اٹھا سکے ہیں۔ پنجاب میں اس کی حیرت انگیز ترقی ہم کسی دوسرے موقعہ پر بیان کریں گے بالفعل ہم بمبئی کی مردم شماری کی رپورٹ میں سے وہ حصہ نیچے نقل کرتے ہیں جس میں افسر مردم شماری نے اس فرقہ کی نسبت اپنی رائے ظاہر کی ہے۔

"اس فرقہ کے بانی میرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان ہیں اور انہوں نے کوشش کی ہے کہ اس مردم شماری میں انکے پیرؤوں کی تعداد پوری پوری معلوم ہو جاوے۔ انکا دعویٰ ہے کہ میں مسیح ہوں اور اپنے فرقہ کے خاص اصولوں کو انہوں نے ایک اشتہار میں بیان کیا ہے جو مردم شماری کی کارروائی کے ابتدا میں ہمیں پہونچا ہے۔ مختصر طور پر یہہ اصول اس طرح

بیان کئے جا سکتے ہیں۔ اشتہار کے الفاظ ہیں "اس فرقہ کی خاص علامت یہہ ہے کہ وہ نہ صرف جہاد کو موجودہ حالت میں ہی رد کرتا ہے بلکہ آئندہ بھی کسی وقت اس کا منتظر نہیں ہے۔ مذہب کے پھیلانے کی خاطر خون بہانے کو یہہ فرقہ قطعاً ممنوع سمجھتا ہے" اس کے بعد اس فرقہ کا بانی اپنے درمیان بحیثیت مسیح یا امام ہونے کے اور عیسویت کے بانی کے درمیان ایک مماثلت قائم کرتا ہے اُنکا دعویٰ ہے کہ اُنکی آمد کی پیشگوئی پہلے سے کی گئی تھی اور انکا منشاء یہ ہے کہ صلح اور آشتی کی بناڈالیں۔ اپنے مریدوں کے لئے بعض اعلیٰ درجہ کے اصول چال چلن کے قائم کرکے وہ بیان کرتے ہیں کہ کیوں اس فرقہ کا نام احمدیہ فرقہ رکھا گیا۔ اُنکا بیان ہے کہ پرافٹ یعنی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ السلام) کے دو نام تھے ایک **محمدؐ** جو کہ جلالی نام تھا اور جس میں آنحضرتؐ کی کامیابیوں کی طرف اشارہ تھا اور دوسرا **احمدؐ** جو جمالی نام تھا جس میں اشارہ اس صلح اور انوت کیطرف تھا جو آپ کے ذریعہ دنیا میں پھیلنے تھے۔ جہاد کی تعلیم اور مذہب کے نام سے ہر قسم کی خونریزی کو مردود ٹھہرا کر امام یہ بیان کرتا ہے کہ اسکا اور اس کے فرقہ کا نام احمدیہ ہے اس فرقہ کی ترقی کا آئندہ مردم شماریوں میں خیال رکھا جانا چاہیئے اور پرانے مسلمانوں کے لئے اس کی ترقی کسی قدر دلچسپی کا باعث ہوگی۔ اشتہار سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ بانی کی وفات کے بعد جانشین کا کیا انتظام کیا گیا ہے۔"

لیکن یہ ترقی بمقابلہ اس عظیم الشان ترقی کے جو گذشتہ تین سال کے آخری حصہ میں اس فرقہ نے کی ہے بہت ہی کم ہے۔ جیسا ایک طرف طاعون کے خطرناک حملوں سے پنجاب کی عام مردم شماری میں کمی آتی گئی ہے فرقہ احمدیہ کی تعداد بڑے زور کے ساتھ بڑھتی گئی ہے۔ کیونکہ لوگوں نے تجربہ سے دیکھ لیا ہے کہ طاعون سے بچاؤ کی صرف ایک ہی صورت انہیں نظر آئی ہے۔ اور وہ یہہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کو قبول کر لیا جاوے اسلئے طاعون کی ترقی کے ساتھ جوق در جوق لوگ جماعت احمدیہ میں داخل ہوتے گئے ہیں۔

مکالماتِ الٰہیہ

یکم جنوری ۱۹۰۳ء مطابق یکم شوال ۱۳۲۰ھ روز عید صبح پانچ بجے کے وقت خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ خوشخبری دی- اول ایک خفیف خواب میں جو کشف کے رنگ میں تھی دکھایا گیا کہ آپنے ایک لباس فاخرہ پہنا ہوا ہے اور چہرہ چمک رہا ہے پھر وہ کشفی حالت وحی الٰہی کیطرف منتقل ہوگئی اور خدا تعالیٰ کا کلام اس طرح پر نازل ہوا- یبدی لک الرحمٰن شیئًا۔ اتی امر اللہ فلا تستعجلوہ بشارۃ تلقاھا النبیون ترجمہ خدا جو رحمٰن ہے تیری سچائی ظاہر کرنے کے لئے کچھہ ظہور میں لائے گا خدا کا امر آرہا ہے تم جلدی نہ کرو یہ ایک خوشخبری ہے جو نبیوں کو دی جاتی ہے-

اس سے پہلے ۲۵ دسمبر ۱۹۰۲ء کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک اور وحی ہوئی تھی جو آپ کی طرف سے حکایت تھی- انی صادق صادق وسیشھد اللہ لی- ترجمہ میں صادق ہوں صادق ہوں عنقریب خدا تعالیٰ میری گواہی دیگا یہ پیشگوئیاں بآواز بلند پکار رہی ہیں کہ خدا تعالیٰ کیطرف سے کوئی تائیدی امر ظاہر ہونیوالا ہے جس سے مسیح موعود علیہ السلام کی سچائی ظاہر ہوگی اور ایک وجاہت اور قبولیت ظہور میں آئیگی اور وہ خدا تعالیٰ کا نشان ہوگا تا دشمنوں کو شرمندہ کرے اور مسیح موعودؑ کی عزت اور وجاہت اور سچائی کی نشانیاں دنیا میں پھیلا دے-

۳ جنوری ۱۹۰۳ء کی رات کو الہام ہوا- جاءنی آئل واختار وادار اصبعہ واشار یعصمک اللہ من العدا ویسطو ابکل من سطا آئل جبریل ہے فرشتہ بشارت دینے والا-

ریویو آف ریلیجنز

یہ عجیب و غریب ماہواری مذہبی رسالہ قادیان ضلع گورداسپور سے ہر مہینہ کی بیس تاریخ کو نکلتا ہے اس کے مضامین جو تمام مذاہب باطلہ کی تردید اور حصول حقہ اسلام کی تائید میں ہوتے ہیں۔ عموماً حضرت اقدس میرزا غلام احمد صاحب قادیانی المسیح موعود و مہدی مسعود کی قلم سے نکلتے ہیں۔ عیسائیوں، آریوں، برہموؤں، فلسفیوں وغیرہ کے ہر ایک اعتراض کا جو وہ مذہب اسلام پر کرتے ہیں جواب دیتا ہے۔ اس رسالہ کو یہ فخر بھی حاصل ہے کہ زبان انگریزی میں دنیا کے سامنے انگلستان امریکہ وغیرہ میں جاتا ہے۔ اور اس لئے اسکے مضامین مخصوصاً اس قسم کے ہوتے ہیں جنسے اسلام کا چمکتا ہوا چہرہ نظر آئے اور اسکا رعب لوگوں پر قائم ہو۔ اور اسکے متعلق ہر ایک قسم کے شکوک و شبہات دور کئے جاتے ہیں۔

قیمت انگریزی رسالہ للعہ / اردو رسالہ معمولی کاغذ عا / ولایتی کاغذ سے — سالانہ مع محصولڈاک — نمونہ کا پرچہ ۶/ و ۳/ و ۴/

علی الترتیب ملتا ہے۔ بغیر وصولی قیمت کے رسالہ کسی صاحب کے نام جاری نہیں ہو سکتا جو صاحب منی آرڈر کے ذریعہ قیمت رسالہ نہ فرماویں انکو چاہئیے کہ اپنی درخواست کیساتھ اجازت بھیجدیں کہ پہلا پرچہ بذریعہ وی پی بھیجا جاوے +

یہ رسالہ تجارتی اشتہارات کے لئے بھی کھلا ہے بشرطیکہ وہ ہر ایک قسم کے فحش سے اور مبالغہ سے پاک ہوں۔ اجرت اشتہارات کا نقشہ حسب ذیل ہے +

	پورا صفحہ	نصف صفحہ	چوتھائی صفحہ
سالانہ	عـــہ	ہہ عـہ	عـہ
ششماہی	ہہ عـہ	عـہ	سے/
سہ ماہی	عـہ	سے/	للعہ/
فی سطر ۱/			

نوٹ - یہ رسالہ اخبار الحکم (جو مہینے میں چار بار قادیان سے نکلتا ہے) سے بالکل الگ اور نرالی طرز کا رسالہ ہے جسمیں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلم سے نکلے ہوئے مضامین ہوتے ہیں اور اخبار میں عموماً حضرت اقدس کی تقریریں مولوی عبد الکریم صاحب کے خطبے اور حکیم الامت کے وعظ دار الامان کی خبریں اور متفرق مضامین ہوتے ہیں +

حبوب جواہر - مشک - عنبر - مونگا - موتی - یاقوت - اور بیش قیمت جواہرات سے خالص تیار ہوتی ہیں - انسان کی زندگی تندرستی اور طاقت کے لئے ان سے بہتر کوئی دوا نہیں - امراض قلب و اعصاب معدہ مثانہ وغیرہ کے رفع کرنے میں بے مثل ہیں - معدہ کو درست اور خون کو زہریلے مواد سے صاف اور تمام جسم کے اعضا کو قوی اور مضبوط کرتی ہیں - وبائی اور زہریلی بیماریوں کو روک دیتی ہیں - طبیعت میں تفریح اور خاطر خواہ نشاط پہونچاتی ہیں - عقل ہوش و حواس

مرہم عیسیٰ - اگر دنیا بھر میں سب سے پُر تاثیر تریاق ہے ہر قسم کے زخموں - جراحتوں - چوٹوں - گلٹیوں - خنازیر - سرطان - طاعون اور ہر ایک قسم کی خبیث پھوڑوں پھنسیوں - ناصوروں - بواسیر - گنج - خارش اور طرح طرح کی جلدی بیماریوں ہاتھوں کی سردی سے پھٹ جانے - جانوروں کے کاٹ لینے - جلے ہوئے زخموں کے خوفناک امراض سرطان زخم وغیرہ کیلئے صدہا سال کا تجربہ طبقہ کے حکما کا متفقہ مجربہ با برکت علاج ہے - اگر تم یہ با برکت مرہم صرف اس کارخانہ سے منگا کے جو اسکو خالص اجزا سے تیار کرنیکا ذمہ وار ہے - طبی جہان اسکی کامیاب تاثیرات کا ممنون ہے - قیمت فی ڈبیہ ۱۲/ عہ

پاکٹ کیس ادویات - اکثر جانیں طبیب اور علاج کے بر وقت نہ پہونچنے سے سخت تکلیف برداشت کرتی اور بعض وقت بحسرت ہلاک ہو جاتی ہیں اس دردناک حالت کو دیکھکر ہم نے یہ پاکٹ کیس تیار کیا ہے اور اسمیں مختلف پچاس ساٹھ بیماریوں کی جنکی اکثر شکایت رہتی ہے وہ زود اثر مجرب ادویہ رکھی ہیں جنسے بڑھکر ڈاکٹری اور یونانی طب اسوقت کچھ ثابت نہیں کر سکی اور یہ کیس ایسا بنایا گیا ہے کہ جیب میں رہ سکے ایک کتاب اسکے ہمراہ ہے اور ہر جگہ ایسی آسانی کیگئی ہے کہ شُدبُد جاننے والا انسان بھی سفر و حضر میں اسکو سمجھکر پورے طبیب کا کام دے سکتا ہے اور ادویہ کے استعمال بروقت سے جان کو خطرات متعلقہ سے بچا سکتا ہے اسلئے اس پاکٹ کیس کا ہر ایک انسان کے پاس ہر حالت میں ہونا ضروری ہے - قیمت - [illegible]

عمدۃ التقویم سنہ ۱۹۰۲ء مع فہرست ادویات مفت	کارخانہ مرہم عیسیٰ حکیم محمد حسین برادر لاہور سے طلب کرو	آئینہ صحت [illegible] ادویات کا کارخانہ مرہم عیسیٰ

Digitized by Khilafat Library

اعلان

تمام صاحبان جنکے نام قادیان میں کسی قسم کا روپیہ آتا ہے فرستندگان کی خدمت میں درخواست کرتے ہیں کہ منی آرڈر کے کوپن سے پورا فائدہ حاصل کیا کریں یعنی اپنا پورا پتہ خوشخط و تعداد مبلغات و تفصیل کہ کس مدّ کا روپیہ ہے کوپن پر دیا کریں:-

تمام صاحبان جو میگزین کے خریدار ہیں انکو ضروری ہے کہ خط و کتابت میں اور ترسیل زر کے وقت نام کے ساتھ اپنا نمبر بھی دیا کریں۔

محمد علی - مینجر رسالہ ریویو آف ریلیجنز قادیان ضلع گورداسپور